www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دینِ اسلام
اور اوّلین مسلمانوں کی
دو متضاد تصویریں

عقائدِ اہلِ سنّت و عقائدِ فرقۂ اثنا عشریہ کا تقابلی مطالعہ

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

urdukutabkhanapk.blogspot

حاجی عارفین اکیڈمی
۔ کے ۔ ۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دینِ اسلام
اور اوّلین مسلمانوں کی
دو متضاد تصویریں

عقائدِ اہلِ سنّت و عقائدِ فرقۂ اثنا عشریہ کا تقابلی مطالعہ

سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کے علوِ شان، بعثتِ عظمیٰ کے مقاصد و نتائج، انسان کی فطری صلاحیت و اصلاح پذیری کی رو سے اور غیر جانبدار تاریخ کی شہادت کی روشنی میں کون سی تصویر اصلاحی و تربیتی کام کرنے والوں کے لئے حوصلہ افزا و ہمت آفریں اور ایک صاحبِ انصاف کے لئے قابلِ قبول اور مطابقِ مطالعہ ہے۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

حاجی عارفین اکیڈمی
۱۔ کے ۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پاکستان میں جملہ حقوق طباعت و اشاعت
بحق فضل ربی ندوی محفوظ ہیں۔

نام کتاب ——— دین اسلام اور اولین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں
تصنیف ——— مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی
طابع ——— شکیل پرنٹنگ پریس کراچی
ضخامت ——— ۹۶ صفحات

ناشر
فضل ربی ندوی
حاجی عارف بیز اکیڈمی
۱۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دینِ اسلام
اور اوّلین مسلمانوں کی
دو متضاد تصویریں

اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

۱۔ اردو	تیسرا ایڈیشن	لکھنؤ۔ کراچی	
۲۔ عربی	//	//	//
۳۔ انگریزی	//	//	//
۴۔ فارسی	//	//	//

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحشر۔ ۱۰)

urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فہرست عناوین

"دینِ اسلام اور اوّلین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں"

پیش لفظ ——— ۵

عالمگیر اور دائمی دین کے لئے (جو اصلاحِ انسانیت اور انقلابِ عالم کا علمبردار ہو) چار شرطیں ۹

عُرفی و رواجی طریقوں اور وسائل کے بغیر معجزانہ آدم گری و مردم سازی ——— ۹

خود پیغمبر کی زندگی میں دعوت کی کامیابی اس کے متبعین کی تبدیلیٔ حال و اتفاق ضروری ہے ۱۲

خاندانی سلطنت کے قیام و عروج کے بارے میں پیغمبر کا بانیانِ سلطنت اور دنیا دار قائدین اور رہنماؤں سے کھلا امتیاز ——— ۱۲

پیغمبر کا لایا ہوا آسمانی صحیفہ محفوظ، قابلِ فہم اور عام دسترس میں ہو ——— ۱۴

نبی کی ذات ہی واحد مرکزِ ہدایت اور تنہا شارع و مُطاع ہو ——— ۱۶

اصلاح و تربیت اور قلب ماہیت کا سب سے بڑا پیغمبرانہ کارنامہ ——— ۱۷

انسانی، عالمی مرقع کی سب سے حسین تصویر ——— ۱۷

خاکی و نوری نہاد ——— ۱۸

سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ اور صحابۂ کرام رضؓ ——— ۱۹

صحابۂ کرام رضؓ و تبعینؒ کے بارے میں غیر مسلم فضلاء اور منصف مغربی مؤرخین کی شہادتیں ——— ۲۲

جسٹس سید امیر علی کے بیانات ——— ۲۵

سر ولیم میور کی شہادت ——— ۲۸

حضرت عثمان غنی رضؓ ——— ۲۹

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ ——— ۳۲

خلفاء کی زاہدانہ زندگی، اور خاندان میں سے کسی کو جانشین نہ بنانا ——— ۳۳

حضرت ابوبکر رضؓ کا زُہد و ایثار اور احتیاط ——— ۳۴

حضرت عمر رضؓ کا سرکاری دورہ، اور سفرِ شام ——— ۳۶

خلفائے ثلاثہ کے ساتھ سیدنا علی مرتضیٰ کا تعاون ——— ۳۸

صحابہ رضؓ اور اہلِ بیت کے باہمی تعلقات ——— ۳۹

مولانا حالی رحؒ کے موئے قلم سے عہدِ صحابہ کی دل کش تصویر ——— ۴۲

فطرتِ انسانی کی اصلاح پذیری کی دلیل اور انسانیت کے لئے سرمایۂ ناز ——— ۴۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہ راست تربیت یافتہ نسل، اور اسلام کے مثالی عہد کی
وہ تاریک و مکروہ تصویر جو فرقۂ اثنا عشریہ پیش کرتا ہے ——— ۴۶
علامہ خمینی کے ارشادات ——— ۴۸
نواب محسن الملک کا بصیرت افروز تبصرہ ——— ۵۱
امام شعبیؒ کا قول ——— ۵۳
دنیا دار اور ناخدا ترس طالبین ریاست و حکومت پر قیاس ——— ۵۳
خاندان اور اہل قرابت کے بارہ میں اسوۂ نبوی ——— ۵۴
خطرات میں آگے، منافع میں پیچھے ——— ۵۸
اسلام میں ذاتی سعی و صلاحیت پر نجات و ترقی کا انحصار ——— ۶۰
خلفاء کی ترتیب اور اہل بیت کے ساتھ خدا کا معاملہ عظیم حکمتوں پر مبنی تھا ——— ۶۲
قرآن کی صحت و محفوظیت پر نصوصِ قرآنی ——— ۶۳
غیر مسلم مورخین و فضلاء کی شہادتیں ——— ۶۵
قرآن مجید کے بارے میں فرقۂ اثنا عشریہ کے عقائد و بیانات ——— ۶۸
قرآن مجید کے ساتھ بے اعتنائی ——— ۶۹
منکرین کے لئے حجت ——— ۷۰
ائمہ کی تعریف اور ان کے اوصاف "وحدتِ نبی" اور "ختم نبوت" کے منافی ——— ۷۱
قدیم ایران کے عقائد کا پرتو ——— ۷۳
امام غائب کا عقیدہ ——— ۷۴
ائمہ کے بارے میں علامہ خمینی کا مسلک و عقیدہ ——— ۷۵
حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک اہم مکاشفہ ——— ۷۷
ایک آفتاب عالم تاب، باقی سب تابندہ ذرات ——— ۷۷
حضرات شیعہ کے یہاں منقبت و نعت میں آمد و آورد کا فرق ——— ۷۸
ائمۂ اہل بیت کی توہین آمیز اور حوصلہ شکن تصویر ——— ۸۰
اہل بیت کی سیرت و کردار تاریخ کے آئینہ میں ——— ۸۲
اسلام اور مسلمانوں کے عہد اول کی دو متضاد تصویریں ——— ۸۸
آیت اللہ خمینی صاحب کی عقائد شیعہ پر استقامت، اور علانیہ اظہار و دعوت ——— ۹۱
خمینی صاحب کے حامیوں اور معتقدین کا عقیدہ سے صرفِ نظر ——— ۹۳
اسلام میں عقیدہ کی اہمیت اور اس سے صرفِ نظر کے خطرناک نتائج ——— ۹۴
سحر انگیزی کے نفسیاتی و سیاسی اسباب ——— ۹۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبیّ بعدہ

زیرِ نظر کتاب کسی مخصوص دینی مسلک، نظامِ عقائد، یا مکتبِ فکر کے اثبات و احقاق اور اس کے مخالف مسلک، عقیدہ یا فرقہ و جماعت کی تنقید و تردید کی کوئی متکلّمانہ و مناظرانہ کتاب نہیں ہے، جو لوگ اس نظر سے اس کتاب کو پڑھیں گے اندیشہ ہے کہ ان کو مایوسی ہوگی، اس موضوع پر مختلف اسلامی زبانوں (بالخصوص عربی، فارسی، اردو میں) ایک وسیع و وقیع کتاب خانہ موجود ہے، جس کا سرسری جائزہ لینا بھی آسان نہیں۔

اس کتاب میں اوّلین مسلمانوں اور تاریخِ اسلام کے مثالی و معیاری عہد (عہدِ رسالتؐ و عہدِ صحابہؓ) میں اسلامی تعلیمات کے اثرات، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوتی و تربیتی مساعی کے نتائج کا ایک ہلکا سا نقشہ پیش کیا گیا ہے، دنیا کے دوسرے داعیوں، مربیوں اور مصلحین سے آپؐ کا امتیاز دکھایا گیا ہے، پہلے اسلامی معاشرہ کی (جس کا وجود تنہا آپؐ کی دعوت و تربیت سے عمل میں آیا) معتبر تاریخ کی روشنی میں صورتِ حال سامنے رکھی گئی، آپؐ کے لائے ہوئے صحیفہ کی (جو خدا کی آخری کتاب اور انسانیت کے لئے دائمی دستورِ حیات ہے) صحت و حفاظت کے غیبی و الٰہی انتظام کو واضح کیا گیا ہے، بانیانِ سلطنت اور داعیانِ انقلاب کا اپنے خاندانوں کے بارے میں قدیم زمانہ سے جو طرزِ عمل رہا ہے، پیغمبرِ انسانیتؐ کے طرزِ عمل کا اس سے بنیادی اختلاف دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس نقطۂ نظر سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خود خاندانِ نبوت کے رویّہ اور اس کے اخلاق کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قیامِ قیامت تک ہی کی "وحدت" و "خاتمیت" اور اس کے تنہا متبع و مُطاع ہونے کے بارے میں امّت کے عقیدہ اور اس کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پھر اہلِ سنت کے اس اجماعی عقیدہ اور تسلسل و تواتر کے ساتھ فہمِ دین، حیاتِ نبوی، عہدِ صحابہ اور تاریخِ اسلام کی اس تعبیر و تصویر کے بالکل متوازی فرقۂ امامیہ اثنا عشریہ اپنے اوّلین بانی سے لے کر علّامہ خمینی تک) جو نقطۂ نظر رکھتا ہے اور اس نے اس کو اپنے عقیدہ و عمل کی اساس اور اپنے فرقہ و جماعت کا شعار بنایا ہے اس کو خود اسی کے مستند نمائندوں دینی پیشواؤں اور ان کی معتبر و مسلّم تصنیفات اور کتابوں کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے، اور اس کا فیصلہ فطرتِ سلیم، ذوقِ صحیح اور عقلِ عام پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ ان میں سے کون سی تعبیر و تصویر ایک ایسے پیغمبر کے شایانِ شان ہے جو قرآن کے اعلان، اپنے یگانہ کمالاتِ نبوت کے تقاضہ و نتیجہ اور مسلم و غیر مسلم مؤرخین کے متفقہ بیان اور واقعات کی شہادت کے مطابق سب سے کامیاب پیغمبر اور تاریخِ انسانی کا سب سے بڑا ہادی، مُربّی و مصلح گزرا ہے، اور پھر اس دین کے شایانِ شان ہے، جو ہر دور اور ہر نسل میں انسانوں کو ہدایت و سعادت، محبت و اُلفت، ایثار و قربانی، اور انقلابِ حال کا پیغام دیتا ہے اور ان کو حیوانیت کی آخری پستی سے اٹھا کر انسانیت کی آخری بلندی تک پہنچانے کی ذمہ داری لیتا ہے۔

اخیر میں مصنّف قارئین کے قلبِ سلیم سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوتا ہے! ع

خود تو منصف باش اے دل این نکو یا آن نکو؟

ابوالحسن علی ندوی
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ
۱۴ نومبر ۱۹۸۴ء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دینِ اسلام اور اوّلین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں

عقائدِ اہلِ سنت و عقائدِ فرقۂ اثنا عشریہ کا تقابلی مطالعہ

عالمگیر اور دائمی دین کے لئے (جو اصلاحِ انسانیت و انقلابِ عالم کا علمبردار ہو) چار شرطیں

عقلِ سلیم کا فیصلہ، فطرتِ انسانی، مذاہب و ادیان کی تاریخ کا وسیع اور مبصرانہ مطالعہ، اقوام و ملل اور افرادِ انسانی کی نفسیات سے گہری واقفیت، نیز تاریخِ انسانی کی ان انقلابی و اصلاحی کوششوں اور تحریکوں کے نتائج کا بے لاگ جائزہ جن کی تاریخ محفوظ و معلوم ہے، سب اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ ایک ایسے دین کے لئے چار صفات و خصوصیات کا حامل و جامع ہونا ضروری ہے جو پوری نوعِ انسانی کو مخاطب کرتا اور اس کو صحیح اعتقاد و عمل، اعلیٰ اخلاق و کردار، بنیادی اصلاح و انقلاب کی دعوت دیتا ہو اور تمدن و معاشرۂ انسانی کی نئی تنظیم و تشکیل کا داعی اور متمنی ہو، وہ خدا کا آخری دین اور پیغام ہو جس کو قیامت تک باقی رہنا ہو اور انسانوں کی تربیت و تعلیم کا فرض انجام دینا ہو اور وہ کسی زمانہ اور مقام کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔

عُرفی و رواجی طریقوں اور وسائل کے بغیر معجزانہ آدم گری و مردم سازی

۱۔ اس دین کے داعیِ اوّل اور پیغمبر کی تعلیم و تربیت اور صحبت میں ایسی تاثیر،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

انقلاب انگیزی اور قلب ماہیت کی طاقت اور ایسی آدم گری و مردم سازی کی شان ہو کہ اس کے سامنے "پارس" اور "کیمیا" کی اعجوبہ گری کا ذکر اس کی شانِ تاثیر کی توہین اور تاریخی حقائق سے ناواقفیت کی دلیل ہو، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی اس انقلاب انگیزی اور تبدیلی حال میں ان وسائل اور طریقوں کا محتاج نہ ہو جن سے دنیا کے دانشور، معلّمینِ اخلاق، ماہرینِ تعلیم، سیاسی قائدین، تعلیمی و تربیتی ادارے اور ذہین و دانشمند حکومتیں کام لیتی ہیں، مثلاً علوم و فنون کی ترتیب و تدوین، موثر کتابیں اور سحر انگیز خطبات، مطالعہ اور دعوتِ فکر، ادب و شاعری، حقائق و معانی کی تمثیل و تجسیم، انعامات، عہدے اور مراتب وغیرہ وغیرہ، نیز ان دانشوروں، معلّمین، قائدین اور اس پیغمبر کی تربیت و صحبت میں (جو اپنی دوسری بے سروسامانیوں اور مکان و زمان کی منفرد مشکلات کے ساتھ کتابی علم سے یکسر ناآشنا بلکہ حرف ناشناس، امّی محض بھی ہے) ایسا فرق نظر آتا ہو جس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ وہ تاثیر یہ تاثیر، وہ انقلاب و تبدیلی اور یہ انقلاب و تبدیلی، دو علیحدہ اور ممیّز جنس کی چیزیں ہیں، اور دونوں کا سرچشمہ بالکل الگ ہے، پیغمبر کی انقلاب انگیزی اور کردار سازی میں ارادۂ الٰہی، غیبی تائید اور ایک ایسا فرق دیکھنے والوں کو صاف نظر آتا ہے جس کو "نورِ نبوت" اور "برکتِ صحبت" کے علاوہ کسی اور لفظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، پیغمبر کے تربیت کردہ و صحبت یافتہ لوگوں میں تعلّق مع اللہ، اخلاص، عبودیت و تواضع، ایثار و بے نفسی، ذوقِ عبادت، تحقیرِ دنیا، فکرِ آخرت، احتسابِ نفس اور استقامت کی وہ شان پائی جاتی ہے، جو فلاسفہ، دانشوروں، ماہرینِ تعلیم اور معلّمینِ اخلاق کے تیار کئے ہوئے لوگوں میں عنقا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس پیغمبرانہ تربیت و تاثیر اور انقلاب انگیزی کی قرآن مجید کی اس آیت میں پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے، جو قرآن مجید میں کئی جگہ تھوڑے فرق کے ساتھ آئی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ	وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انھیں
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ	میں سے (محمدؐ) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے
وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو
وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ	پاک کرتے، اور انھیں (خدا کی) کتاب
لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ	اور دانائی سکھاتے ہیں، اور اس سے
(سورۃ الجمعۃ - ۲)	پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

نیز آیتِ قرآنی :-

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ	لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا
وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ	اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا،
الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ	اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو
(سورۃ الحجرات - ۷)	بیزار کر دیا۔

اسی طرح آیتِ قرآنی :-

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ	اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین
وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ	نازل فرمائی اور ان کو پرہیزگاری کی بات
التَّقْوٰی وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا	پر قائم رکھا، اور وہ اسی کے مستحق اور
وَاَهْلَهَا[1] (سورۃ الفتح - ۲۶)	اہل تھے۔

[1] صحابۂ کرامؓ کے بارے میں قرآن مجید کی شہادتوں اور ان کے اُن فضائل کے لئے جو نصِ قرآنی سے ثابت ہیں۔
ملاحظہ ہو آیات بیّنات حصۂ اول ص ۱۲-۳۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خود پیغمبر کی زندگی میں دعوت کی کامیابی اس کے متبعین کی تبدیلیٔ حال و استقامت پر موقوف ہے

پیغمبر کی زندگی میں ہدایت و تاثیر کی یہ اعجاز نمائی، اعتقادی و اخلاقی انقلاب انگیزی اور بڑی تعداد میں ایسے چلتے پھرتے دنیا کا کام کرتے انسانی نمونوں کا پیدا کر دینا جن پر فرشتے بھی رشک کریں اور جن کو دیکھ کر ملک کے ملک مسلمان ہو جائیں اور ایک ایسا مکمل زندہ معاشرہ وجود میں آئے جو ہر طرح سے مثالی اور معیاری کہلایا جا سکے، اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ دین و دعوت ہرگز کامیاب نہیں کہلائے جا سکتے جو اپنے داعیِ اوّل اور حاملِ پیغام کی زندگی میں دنیا کے سامنے معتدبہ تعداد میں کوئی موثر و کامیاب عملی نمونہ اور مثالی معاشرہ نہ پیش کر سکیں اور وہ درخت ہرگز بابثمر اور شاداب نہیں کہا جا سکتا جو اپنی جوانی اور موسم بہار (عہدِ نبوت) میں شیریں پھل نہیں دے سکا اور عطر بیز شگوفے نہیں کھلا سکا، زمانۂ نبوت گذر جانے کے بعد اس دین و دعوت کے نمائندوں اور داعیوں کا منہ نہیں ہے کہ مرورِ زمانہ کے بعد اپنی معاصر نسل اور ہم عصر دنیا کو ایمان و عمل، خود سپردگی اور مکمل تبدیلی کی دعوت دے سکیں جبکہ وہ اس کے ابتدائی و اوّلین عہد کی کوششوں کا کوئی ناقابلِ انکار اور اثر انگیز کامیاب نتیجہ نہیں پیش کر سکے۔

خاندانی سلطنت کے قیام و عروج کے بارے میں پیغمبر کا بیان

سلطنت اور دنیا دار قائدین اور رہنماؤں سے کھلا امتیاز

۲۔ اس داعیِ دین، مرسل من اللہ اور حاملِ رسالت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وہ بانیانِ سلطنت، فاتحین و کشور کشاؤں، سیاسی قائدین و رہنماؤں سے اپنے مزاج و مذاق، کردار و عمل اور مقاصد و نتائج میں نہ صرف کھلا امتیاز رکھتا ہو، بلکہ اس میں اور اس گروہ میں بیّن تبائن اور تضاد پایا جاتا ہو، بانیانِ سلطنت، فاتحین ممالک، دنیا کے حوصلہ مند اور طالع آزما رہنماؤں کی کوششوں کا محور اور جدّوجہد کا مقصدِ اعلیٰ یا کم سے کم قدرتی و لازمی نتیجہ خاندانی سلطنت کا قیام اور موروثی حکومت کی تاسیس ہوتی ہے، اور یہ سلسلہ (جیسے کہ رومی، بازنطینی، ساسانی، کیانی، سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے عروج و اقبال کی تاریخ بتاتی ہے) صدیوں تک چلتا ہے، اگر کسی غیر معمولی سبب کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا تو کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان بانیانِ سلطنت اور فاتحین کشور کشاؤں اور ان سیاسی رہنماؤں کے (جو اپنی تحریک میں کامیاب ہوئے) خاندان، فراواں دولت اور وسیع اسباب عیش و عشرت کے مالک بن جاتے ہیں، وہ اردو مثل کے مطابق "دودھوں نہاتے اور پوتوں پھلتے ہیں" اور سونے اور چاندی کے جھولوں میں جھولتے ہیں، گویا جنگل میں ایک شیر شکار کرتا ہے، اور سیکڑوں جانور کھاتے ہیں، رومۃ الکبریٰ اور تخت کیانی کے اورنگ نشینوں کے خاندانوں نے جو داد عیش و عشرت دی وہ ایسے الف لیلائی قصے ہیں، جن کے پیچھے اگر تاریخی شہادتیں نہ ہوتیں تو ناقابلِ یقین تھے[1]، کچھ اندازہ ایوان کسریٰ کے شان و شکوہ، فرش بہار[2] کی محیر العقول تفصیلات

---

[1] "ایران بہ عہد ساسانیان" از پروفیسر آرتھر کرسٹن سین (PROF. ARTHUR CHRISTENSEN) کا باب نہم "آخری شاندار عہد" نیز "تاریخ ایران" (از شاہین مکاریوس) صـ۹۰

[2] ملاحظہ ہو "تاریخ اسلام" مولوی عبدالحلیم شرر جلد ۱ صـ۳۵۴ ماخوذ از "تاریخ طبری" وغیرہ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور روم وایران وہندوستان کے شاہی خاندانوں اور ان کے متوسلین کی طرز زندگی اور معاشرت سے ہوسکتا ہے۔

اس کے برخلاف خدا کا پیغمبر نہ کسی خاندانی سلطنت کی بنیاد رکھتا ہے، نہ اپنے خاندان کے مفادات کا تحفظ اور ان کے لئے عرصۂ دراز تک عیش وعشرت کے امکانات ومواقع کا انتظام کرجاتا ہے، جن کی بدولت وہ امت کے دوسرے طبقات کے مقابلہ میں زیادہ مرفہ الحالی اور فارغ البالی کی زندگی گذار سکیں، بلکہ اس کا معاملہ ان کے ساتھ برعکس ہوتا ہے، اور وہ اس کی زندگی میں بھی دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ زہد وقناعت، ایثار وقربانی اور عسرت وجفاکشی کی زندگی گذارتے ہیں، اور اس کے بعد ان کو اپنی ذاتی صلاحیتوں اور جدوجہد پر اعتماد کرنا پڑتا ہے، اور وہ برہمنوں اور پروہتوں یا کسی مقدس نسل وخاندان کی طرح مفت خور اور تن آسان نہیں رہ سکتے۔[1]

پیغمبر کا لایا ہوا آسمانی صحیفہ محفوظ، قابلِ فہم اور عام دسترس میں ہو

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ خدا کے اس پیغمبر پر جو آسمانی صحیفہ نازل ہوا ہو، اور جو اس کے دین کی اساس، اس کی دعوت وتعلیمات کا سرچشمہ، مخلوق کو خالق سے مربوط کرنے اور مربوط رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ، اپنے ماننے والوں میں سچی روحانیت پیدا کرنے کا طاقتور وسیلہ، عقائد بالخصوص عقیدۂ توحید کا قیامت تک کے لئے نتائج، مبین اور محافظ اور انسانیت کے لئے کتاب ہدایت ہو، اس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے

---

[1] تفصیل آئندہ سطور میں آئے گی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لیا ہو، اور اس کے اپنے ایک ایک حرف و نقطہ کے ساتھ محفوظ، قابلِ فہم ہونے اور بکثرت تلاوت و قراءت اور حفظ و استحضار کا انتظام قدرتِ خداوندی نے اس طرح کیا ہو کہ اس کی دنیا میں کوئی دوسری مثال نہ ملتی ہو، اس لئے کہ وہ خدا کی آخری کتاب اور انسانیت کے لئے سفینۂ نجات ہے، وہ انسانی دست بُرد، تغیّر و تبدّل، حذف و اضافہ اور تحریف کے ادنیٰ شائبہ سے محفوظ ہو، اس لئے کہ اس کے بغیر نہ ہر زمانہ میں اس کی دعوت دی جا سکتی ہے نہ سند کے طور پر اس کو پیش کیا جا سکتا ہے، نہ اس سے فائدہ اٹھایا اور پہونچایا جا سکتا ہے، عہد قدیم اور عہد جدید کی کتابوں (تورات، انجیل) اور صحف سماویہ کی تاریخ بتاتی ہے[1]، کہ وہ کس طرح ظالم حملہ آوروں اور دشمنانِ مذہب کے دست بُرد اور غارت گری کا شکار، دنیا پرست و ناخدا ترس مذہبی پیشواؤں کی تحریف لفظی و معنوی کا نشانہ اور انسانی تغافل اور اغراض دنیّہ کا میدان رہے اور یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ ان کی حفاظت انھیں کے متبعین کے ذمہ رہی "بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ"[2] (کیونکہ وہ کتابِ خدا کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے، اور اس پر گواہ تھے) (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) اور قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے[3]، "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"[4] (بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پروفیسر سید نواب علی صاحب کی فاضلانہ کتاب "تاریخ صحف سماوی" اور راقم سطور کی کتاب "منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" مضمون "پہلے آسمانی صحیفے اور قرآن، علم و تاریخ کی میزان میں" ص ۲۲۷-۲۴۳

[2] سورۃ المائدہ - ۴۴

[3] قرآن مجید کی محفوظیت کے بارے میں غیر مسلموں کی شہادتیں آگے آئیں گی۔

[4] سورۃ الحجر - ۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔)

نبی کی ذات ہی واحد مرکزِ ہدایت اور تنہا شارع و مُطاع ہو

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ نبی کی ذات ہی مرکزِ ہدایت، سرچشمۂ قیادت اور امت کی قلبی وابستگی، اور ذہنی سپردگی کا محور ہو، اگر خالقِ کائنات کے بارے میں "توحید" کا عقیدہ ضروری ہے تو نبی کے ساتھ اطاعت، عقیدت و محبت اور اس کے "دانائے سُبُل، ختم الرُّسل، مولائے کُل" ہونے کے سلسلہ میں امت کے اندر "وحدت" ضروری ہے، اور اگر "شرک فی الالوہیت" کے مقابلہ میں ہم "شرک فی النبوۃ" کی تعبیر پسند نہ کریں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کے علاوہ امت کی کسی دوسری ہستی کو (خواہ وہ اس سے کیسا ہی قرب و اختصاص رکھتی ہو) معصوم، مُفترض الطاعۃ اور اس کو کسی طرح کی وحی کا مورد سمجھنا اگر شرک فی النبوۃ نہیں ہے تو "مشارکۃ فی النبوۃ" ضرور ہے، امت کی وحدت اور اس کی شیرازہ بندی، اعتقادی، عملی انتشار سے حفاظت اور اس کی اندرونی طاقت، قوتِ ایمانی اور مرکزیت بہت کچھ ختم نبوت کے عقیدہ سے وابستہ ہے[1]، اور "مشارکۃ فی النبوۃ" کا عقیدہ[2] اس کے منافی ہے۔

اب ہم ایک ایک شرط کو لیتے ہیں، اور معتبر تاریخ کی روشنی، مسلم اور غیر مسلم فضلاء

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "منصب نبوت" کا آٹھواں خطبہ "ختم نبوت"، ص ۲۵۱-۲۸۵

[2] فرقۂ امامیہ اثنا عشریہ کے یہاں امامت کا عقیدہ اور امام کی تعریف اور خصائص، ختم نبوت کے منافی اور مشارکۃ فی النبوۃ کے مرادف ہیں، تفصیل آگے آئے گی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مفکرین و مورخین کی شہادتوں اور واقعات کی رو سے ہم اس کا حقیقت پسندانہ معروضی جائزہ لیتے ہیں۔

اصلاح و تربیت اور قلب ماہیت کا سب سے بڑا پیغمبرانہ کارنامہ

"جہاں تک پہلی شرط کا تعلق ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ہر نبوت نے اپنے دور میں آدم گری اور مردم سازی کا ایسا کارنامہ انجام دیا اور ایسے افراد تیار کئے جنھوں نے اس دنیا کو نئی زندگی بخشی اور زندگی کو (جو انسان کی خود فراموشی اور غلط اندیشی سے بے معنی ہو گئی تھی) بامعنی بنایا، نبوت کے ان کارناموں میں جو زندگی کی پیشانی پر درخشاں اور تاباں ہے سب سے روشن کارنامہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کارنامہ ہے جس کی سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ میں محفوظ ہیں مردم سازی اور آدم گری کے اس کام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کامیابی عطا فرمائی وہ آج تک کسی انسان کو حاصل نہیں ہوئی، آپ نے جس سطح سے تعمیرِ انسانیت کا کام شروع کیا اس سطح سے کسی پیغمبر کسی مصلح اور کسی مربی کو شروع کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی، یہ وہ سطح تھی جہاں حیوانیت کی سرحد ختم ہوتی تھی اور انسانیت کی سرحد شروع ہوتی تھی، اور جس سطح پر آپ نے اس کام کو پہونچایا اس سطح تک کبھی کسی تعمیرِ انسانیت کا کام نہیں پہونچا، جس طرح آپ نے انسانیت کی انتہائی پستی سے کام شروع کیا اسی طرح انسانیت کی آخری بلندی تک اس کام کو پہونچایا۔

انسانی عالمی مرقع کی سب سے حسین تصویر

آپ کے تیار کئے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہکار ہے، اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نوعِ انسانی کے لئے باعثِ شرف و افتخار ہے، انسانیت کے مُرقّع میں بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین و جمیل، اس سے زیادہ دلکش و دل آویز تصویر نہیں ملتی، جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچّا دل، ان کی بے تکلّف زندگی، ان کی بے نفسی، خدا ترسی، ان کی پاکبازی، پاکیزگی، ان کی شفقت و رافت، اور ان کی شجاعت و جلادت، ان کا ذوقِ عبادت اور شوقِ شہادت، ان کی شہسواری اور ان کی شب زندہ داری، ان کی سیم و زر سے بے پروائی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل، ان کا حُسنِ انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، نبوت کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جو انسانی افراد تیار کئے ان میں ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ کی متواتر شہادتیں نہ ہوتیں تو ایک شاعرانہ تخیّل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا، لیکن اب وہ ایک تاریخی حقیقت اور ایک مسلّم الثّبوت واقعہ ہے، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

خاکی و نوری نہاد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک ایسا انسانی مجموعہ تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد انسانی کمالات پیدا کر دیئے تھے، علامہ اقبال کے الفاظ میں ؎

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولیٰ صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو — رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز
اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب — عہد کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ساقیِ اربابِ ذوق فارسِ میدانِ شوق بادہ ہے اس کا رحیق تیغ ہے اس کی اصیل"[1]

اب ہم اس کے بارے میں کچھ تاریخی شہادتیں اور بیانات نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ محض عقیدت مندی پر مبنی یک طرفہ بیان نہیں ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ اور صحابۂ کرام رضؓ

ہم اس سلسلہ کا آغاز سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خطبات کے دو اقتباسات سے کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضؓ کے بارے میں (جن کی ذات بعض مکاتبِ خیال اور فرقوں کے یہاں موضوعِ بحث بن گئی ہے) ان کی شہادت شہادتِ علی کے مصداق اور ان کا بیان اہلِ بیت کرام کی صداقت اور بلاغت و فصاحت علوی کا مظہر ہے، یہ ملحوظ رہے کہ یہ بیان اپنے ان رفقاء کے متعلق ہے جو ان کی زندگی میں سفرِ آخرت اختیار کر چکے اور اس وقت دنیا میں موجود نہیں تھے، یہ بیان صرف چار جلیل القدر صحابہ اور رفقاء (سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن الاسودؓ عمار بن یاسرؓ) کے متعلق نہیں ہو سکتا جن میں سے متعدد ان کی زندگی میں موجود، اور ان کے ہم رکاب ہیں[2]، یہ اقتباسات آپ کے خطبات اور رسائل و فرامین کے (حضرات شیعہ کے نزدیک) معتبر اور متفق علیہ مجموعہ "نہج البلاغۃ" سے ماخوذ ہیں، جو شہرۂ آفاق ہاشمی شیعی ادیب و شاعر "الشریف الرضی" (۳۵۹-۴۰۴ھ) کا جمع کیا ہوا ہے، جو اپنے عہد سے لے کر اس عہد تک مستند، متداول اور متبرک ہے اور جس کی شرح مشہور شیعہ عالم

---

[1] واوین کے درمیان کی عبارت مصنف کے رسالہ "ثبوت کا کارنامہ" سے ماخوذ ہے، مطبوعہ "ذکریٰ" رامپور

[2] حضرت عمار بن یاسرؓ نے خلافت مرتضوی میں ۳۷ھ میں اور سلمان فارسیؓ نے ۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت علی کی شہادت ۴۰ھ کا واقعہ ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ومتکلم ابن ابی الحدید (۵۸۶-۶۵۵ھ) نے بڑے شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہے، خطابت وبلاغت کے اس شکوہ اور کمال کی بناء پر جو حضرت امیر المؤمنین کا حصہ ہے اور قارئین کہ ہر طرح کے شک وشبہ سے دور رکھنے کے لئے ہم ایک طرف اصل عبارت نقل کرتے ہیں، دوسری طرف اس کا ترجمہ دیتے ہیں امیر المؤمنین فرماتے ہیں:-

لقد رأیتُ أصحابَ محمد	میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فما	وسلم کے اصحاب کی ایسی شان دیکھی ہے
أری أحدًا یشبههم منکم الیوم	کہ میں تم میں سے کسی کو ان کا مشابہ
کانوا یصبحون شُعثا غُبرًا،	نہیں پاتا، وہ صبح اس حال میں نظر آتے
وقد باتوا سُجّدا وقیامًا،	تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے
یراوحون بین جباههم و	غبار آلود ہیں، رات انھوں نے سجدے
خدودهم، ویقفون علی	اور قیام میں گذاری ہوتی، کبھی اپنی
مثل الجمر من ذکر معادهم	پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی اپنے
کأنّ بین أعینهم رکب المعزی	رخساروں پر قیامت کی یاد سے ایسے
من طول سجودهم إذا ذکر اللہ	بے چین نظر آتے تھے، جیسے انگاروں
هملت أعینهم حتی تبلّ جیوبهم	پر کھڑے ہوں، ان کی پیشانی (کثرت
ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح	وطول سجود سے) ایسی سخت وخشک
العاصف خوفًا من العقاب	معلوم ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ،
ورجاءً للثواب[1]۔	اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں

---

[1] نہج البلاغۃ تحقیق الدکتور صبحی الصالح استاذ الاسلامیات وفقہ اللغۃ فی کلیۃ الآداب بالجامعۃ اللبنانیۃ، طبع دار الکتاب اللبنانی۔ بیروت ص ۱۴۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایسی اشک بار ہو جاتیں کہ ان کے
گریبان اور دامن تر ہو جاتے اور وہ
اس طرح لرزتے ہوئے نظر آتے
جیسے تیز آندھی کے وقت درخت
سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں۔

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:۔

این القوم الذین دعوا الی	وہ لوگ کہاں ہیں جن کو اسلام کی
الاسلام فقبلوہ، وقرأوا القرآن	دعوت دی گئی تو انھوں نے اس کو
فأحکموہ، وهیجوا الی القتال	قبول کیا، قرآن پڑھا تو اس پر اچھی
فولهوا وله اللقاح إلی أولادها	طرح سے عمل کیا، جہاد کے لئے ان کو
وسلبوا السیوف أغمادها،	جوش دلایا گیا تو اس طرح اس کی طرف
واخذوا اباطراف الأرض	بڑھے جیسے اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف
زحفا زحفا وصفا صفا بعضٌ	دوڑ کر جاتی ہیں انھوں نے تلواریں
هلك وبعضٌ نجا لا یبشرون	بے نیام کریں اور اطراف زمین میں
بالأحیاء ولا یعزّون بالموتی،	گروہ در گروہ ہو کر پروانہ وار بڑھے
مُرہ العیون من البکاء خمص	کوئی شہید ہو گیا کوئی بچا، نہ ان کو
البطون من الصیام، ذُبل	اپنے ساتھیوں کی زندگیوں کی مبارکباد
الشفاہ من الدعاء صُفر الألوان	دی جا سکتی ہے (اس لئے کہ وہ
من السهر علی وجوههم	شہادت کو نعمت سمجھتے ہیں) نہ دنیا سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

غبرۃ الخاشعین۔

اولئک اخوانی الذاھبون!
فحق لنا أن نظما أليهم ونعض
الأيدي على فراقهم۔

رخصت ہونے والے ساتھیوں پر ان سے
تعزیت کی جا سکتی ہے (کیونکہ وہ
ان پر رشک کرتے ہیں اور ان کو غنیمت
سمجھتے ہیں) ان کی آنکھیں فرط گریہ
سے سفید ہو گئیں' ان کے پیٹ رونے
کی وجہ سے پیٹھ سے لگے ہوئے ہیں'
ان کے ہونٹ دعا سے خشک ہو رہے
ہیں' ان کے رنگ بے خوابی و شب بیداری
سے زرد ہیں' ان کے چہروں پر
اہل خشیت کی اداسی ہے۔

یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے
چلے گئے' ہم کو حق ہے کہ ہم ان سے
ملنے کی پیاس پیدا ہو اور ہم ان کی
جدائی پر ہاتھ ملیں۔

صحابۂ کرامؓ و تابعین کے بارے میں غیر مسلم فضلاء اور مستند مغربی مؤرخین کی شہادتیں

اس مبارک آغاز کے بعد ہم چند غیر مسلم فضلاء اور مستند مورخوں کی شہادتیں نقل کرتے ہیں' مغربی فاضل کاعتانی اپنی کتاب "سنینِ اسلام" میں کہتا ہے:۔

لہ نہج البلاغۃ تحقیق الدکتور صبحی الصالح۔ ص ۱۷۷-۱۷۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچّے نمائندے، مستقبل میں اسلام کے مبلّغ، اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، اس کے امین تھے، رسول اللہ ؐ کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا، جس سے اعلیٰ اور متمدّن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیّر ہوا تھا، اور بعد میں انھوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اصول و افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی، جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے، یہ لوگ مقدّس صحیفہ کے امین اور اس کے حافظ تھے، اور رسول اللہ ؐ سے جو لفظ یا حکم انھیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابلِ احترام پیشرو جنھوں نے مسلم سوسائٹی کے اوّلین فقہاء، علماء اور محدّثین کو جنم دیا۔"[1]

مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر لیبان (GUSTAVE LE BON) اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تمدن عرب" میں لکھتا ہے:۔

"غرض یہ ہے کہ اس نئے دین کو بہتیرے مواقع درپیش تھے اور بے شک وہ اصحاب نبی ؐ کی خوش تدبیری تھی، جس نے انھیں ان مواقع پر کامیاب کیا،

---

[1] ماخوذ از CAETANI, ANNALI DELL' ISLAM, VOL. II P: 429

T. W. ARNOLD: PREACHING OF ISLAM, LONDON, (1925) P. 41-42

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

انھوں نے خلافت کے لئے ایسے ہی اشخاص کو انتخاب کیا جن کی ساری غرض

اشاعتِ دینِ محمدی تھی۔"[1]

مشہور انگریز مصنف گبن (EDWARD GIBBON) خلفائے راشدین کے متعلق

اپنی کتاب "زوال وسقوط روما" (DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE)

میں لکھتا ہے:۔

"پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی سرگرمی، دلدہی

اخلاص کے ساتھ تھی، اور ثروت و اختیار پاکر بھی انھوں نے اپنی عمریں

ادائے فرائض اخلاقی اور مذہبی میں صرف کیں۔"

ڈاکٹر فلپ ہٹی (DR. PHILIP HITTI) اپنی مشہور کتاب "مختصر تاریخ عرب"

(A SHORT HISTORY OF THE ARARS) میں لکھتا ہے:۔

"ابوبکرؓ مرتدین کو مغلوب کرنے والے اور جزیرۃ العرب کو اسلام کے

جھنڈے کے نیچے متحد کرنے والے ایک سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے جو متانت

و وقار سے بھری ہوئی تھی، وہ اپنی خلافت کی مختصر مدت کے پہلے چھ مہینے میں

روزانہ اپنی قیام گاہ "سُنح" سے جہاں وہ اپنے مختصر خاندان کے ساتھ ایک

معمولی سے مکان میں رہتے تھے، صبح اپنے دارالحکومت مدینہ کی طرف آتے تھے،

وہ حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے، اس لئے کہ اس وقت حکومت

کی کوئی آمدنی نہیں تھی، جو قابل ذکر ہو، وہ حکومت کے تمام کام مسجد نبویؐ

کے صحن میں بیٹھ کر انجام دیتے تھے۔

---

[1] تمدن عرب ص۱۳۴ ترجمہ شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باقی جہاں تک عمرؓ کا تعلق ہے، ان کی زندگی ایک بدو سردار کی طرح ہر طرح کی شان و شوکت اور بڑائی کے مظاہرے سے دور تھی"۔

جسٹس سید امیر علی کے بیانات

سُنّی فضلاء اور مصنفین کے بجائے ہم چند اقتباسات رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علیؒ[1] کی کتاب (A SHORT HISTORY OF THE SARACENS) سے پیش کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:-

"خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کی جو سیاسی حالت تھی اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو جو منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے وہ ایک عوامی حکومت کا ہے، جس کا سربراہ ایک منتخب شدہ امیر تھا، جو محدود اختیار کا مالک تھا، رئیس مملکت کے خصوصی اختیارات انتظامی اہتمامی امور کے دائرہ کے اندر محصور تھے..... قانون سب کے لئے ایک تھا، امیر کے لئے بھی اور غریب کے لئے بھی"

---

[1] سید امیر علی (۱۸۴۹ء - ۱۹۲۸ء) سادات کے ایک شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جو خراسان سے نادر شاہ کے ساتھ آیا، محسنیہ ہگلی کالج کلکتہ میں انگریزی اور عربی کی تعلیم حاصل کی اور قانون کا مطالعہ کیا، ۱۸۷۳ء میں بیرسٹری کی سند حاصل کی، ۱۹۰۴ء میں بنگال ہائی کورٹ سے سبکدوش ہوئے اور انگلستان میں مستقل سکونت اختیار کرلی، ۱۹۰۹ء میں لندن کی پریوی کونسل کی قانونی کمیٹی کے پہلے ہندوستانی رکن منتخب ہوئے، ۱۹۲۸ء میں انتقال کیا، اسلامیات پر لکھنے والے شاید کسی ہندوستانی مصنف کے پاس ایسا پُرزور قلم اور اس کو اہل زبان کی طرح انگریزی پر ایسی قدرت ہو جتنی کہ سید امیر علی کو تھی، بقول مستشرق (OSBORN) "کم ایسے اہل زبان ہوں گے جو مصنف کے اسلوب کا مقابلہ کرسکیں"۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

صاحبِ اقتدار کے لئے بھی اور کھیت پر محنت و مشقت کرنے والے کے لئے بھی"[1]

آگے لکھتے ہیں:-

"خلفائے راشدین نے جس سخت گیری سے اپنے آپ کو عوام کی بہبود کے لئے وقف کر رکھا تھا، اور جس انتہائی سادگی سے وہ زندگی بسر کرتے تھے، وہ ہادی اسلام کی مثال کی پوری پوری تقلید تھی، انھوں نے خدم و حشم اور ظاہری شان و شوکت کے بغیر محض اپنے حسن کردار اور سیرت کی مدد سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی"[2]

جہاں تک شیخین (خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ) کا تعلق ہے، سید امیر علی نے ان کے زاہدانہ طرزِ زندگی ان کی معدلت شعاری اور ان کی خدمات اور احسانات کا پوری فراخ دلی اور زورِ قلم کے ساتھ اعتراف کیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"عربوں میں کسی قبیلہ کی سرداری اور سربراہی موروثی نہیں ہوتی، اس کا انحصار انتخاب پر ہوتا ہے، عمومی حق رائے دہندگی کے اصول پر شدت سے عمل کیا جاتا ہے، قبیلہ کے تمام افراد کی سردار کے انتخاب میں آواز ہوتی ہے، انتخاب متوفّی کے پسماندگان کے افراد نرینہ میں سن و سال، بزرگی و تقدّم (SENIORITY) کے اصول پر ہوتا ہے۔

اس قدیم قانون و روایت کی پیغمبر صاحب کے جانشین کے انتخاب میں بھی

---

[1] ماخوذ از "روح اسلام" ترجمہ "SPIRIT OF ISLAM" مطبوعہ ادارہ ثقافت لاہور ص ۴۳۰-۴۳۱ [2] روح اسلام ص ۴۳۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پابندی کی گئی، چونکہ حالات کی نزاکت کسی تاخیر کی اجازت نہیں دیتی تھی، اس لئے ابوبکرؓ جو اپنی عمر اور اس حیثیت و مرتبہ کی بناء پر جو ان کو مکہ میں حاصل تھا، اور وہ عربوں کے حساب و اندازہ میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے، بغیر کسی تاخیر کے خلیفہ یا پیغمبر کے جانشین منتخب ہوئے۔

ابوبکرؓ اپنی دانشمندی اعتدال کی وجہ سے امتیاز خاص کے مالک تھے، ان کے انتخاب کو حضرت علیؓ اور خاندانِ نبوت نے اپنی روایتی خلوص اور اسلام کے ساتھ وفاداری اور دلی وابستگی کی بناء پر تسلیم کیا۔[1]

آگے چل کر حضرت عمرؓ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"حضرت ابوبکرؓ کا مختصر دور خلافت ریگستانی قبیلوں میں امن و امان قائم کرنے ہی میں صرف ہوگیا، انھیں صوبوں کی باقاعدہ تنظیم کی مہلت نہ ملی لیکن جب حضرت عمرؓ جو صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے، مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت محکوم قوموں کی فلاح و بہبود کے بارے میں انتھک کوششوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابتدائی مسلم حکومتوں کا طرۂ امتیاز ہے۔"[2]

حضرت عمرؓ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"حضرت عمرؓ کی جانشینی اسلام کے لئے بڑی قدر و قیمت کی حامل تھی، وہ اخلاقی طور پر ایک مضبوط طبیعت و سیرت کے آدمی، انصاف کے بارے میں بڑے بااصول اور حساس، بڑی قوتِ عمل اور سیرت کی پختگی کے آدمی تھے۔"[3]

---

[1] "A SHORT HISTORY OF THE SARACENS" P. 21 [2] روح اسلام ص ۴۳۰

[3] "A SHORT HISTORY OF THE SARACENS" P. 27

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"حضرت عمرؓ کی وفات اسلام کے لئے ایک بڑا سانحہ اور خسارہ تھا، سخت لیکن منصف، دور بین، اپنی قوم کی سیرت و مزاج کا بڑا وسیع تجربہ رکھنے والے ایک ایسی قوم کی قیادت کے لئے بڑے موزوں تھے جو بے آئینی کی خوگر تھی، اپنے مضبوط ہاتھ میں تازیانہ رکھتے ہوئے خانہ بدوش قبائل اور ان نیم وحشی لوگوں کے قدرتی رجحانات کو انھوں نے قابو میں رکھا اور ان کو اس وقت اخلاقی گراوٹ سے بچا لیا جب ترقی یافتہ شہروں کے عیش و عشرت اور وسائل راحت اور مفتوحہ ملکوں کی دولت سے ان کا سابقہ پڑ رہا تھا۔۔۔

۔۔۔۔ وہ اپنی رعیت کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے دسترس میں تھے، رات میں لوگوں کی حالت معلوم کرنے کے لئے بغیر کسی محافظ یا مصاحب کے گشت کرتے، یہ اس شخص کی حالت تھی جو اپنے عہد کا سب سے طاقتور حکمراں تھا۔"[1]

سر ولیم میور کی شہادت

ان شہادتوں اور بیانات کو ہم سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) کی کتاب "THE ANNALS OF EARLY CALIPHATE" (ابتدائی خلافت کے وقائع) کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سے سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے، کیونکہ انھیں کی دانائی، استقلال کا ثمرہ تھا کہ اس دس سال کی مدت میں شام، مصر، فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے

---

[1] "A SHORT HISTORY OF THE SARACENS" P. 43

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہو گئے،..... مگر باوجود ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے آپ کو کبھی اپنے فیصلۂ فراست اور متانت کی میزان میں پانسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی، آپنے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب کے ساتھ اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا، دُور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں؟ حالانکہ شہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔[1]

حضرت عثمان غنی رضؓ

مستند تاریخ کی شہادت ہے کہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی سادہ اور زاہدانہ تھی، وہ باہر سے آنے والے وفود اور خلافت کے مہمانوں کو پُر تکلف کھانا کھلاتے تھے، لیکن ان کو گھر میں روغن زیتون یا سرکہ کے ساتھ روٹی کھاتے دیکھا گیا ہے،[2] صائم الدہر تھے، خُدّام کے باوجود اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، رات کو کسی ملازم کو جگاتے نہیں تھے، فرماتے تھے کہ رات ان کی ہے۔

ان کا ایک غلام تھا، انھوں نے اس کے کبھی کان کھینچے تھے، اپنے عہد خلافت میں اس سے کہا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو، اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا، حضرت عثمانؓ نے کہا، اچھی طرح سے بدلہ لے لو، دنیا میں بدلہ ہو جائے آخرت میں

---

[1] ترجمہ ماخوذ از آیات بینات" از نواب محسن الملک ص ۲۰-۲۱ (مطبع مصطفائی ۱۳۱۵ھ)

[2] روایت بشر حبیل بن مسلم بسند صحیح حلیۃ الاولیاء ابی نعیم۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حساب باقی نہ رہے[1]، عبدالملک بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو اپنے عہد خلافت میں جمعہ کے دن منبر پر دیکھا، ان کے جسم پر ایک موٹی عدنی چادر تھی، جس کی قیمت چار یا پانچ درہم ہوتی تھی[2]، حسن بصریؒ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں دوپہر کو آرام کر رہے ہیں، کھڑے ہوتے ہیں تو ان کے پہلو پر کنکریوں کا نشان نظر آتا ہے اور لوگوں میں چرچا ہے کہ یہ امیرالمومنین ہیں[3]، منبر پر بیٹھ کر بازار کے نرخ وغیرہ دریافت کرتے تھے مسلمانوں کے معاملات کا ان کو بڑا اہتمام تھا، موسیٰ بن طلحہ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں، مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ لوگوں سے ان کے حالات اور سفر کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں، ان کے ایثار و قربانی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے ان باغیوں سے جو مصر سے آکر ان پر حملہ آور ہوئے تھے، طاقت موجود ہونے کے باوجود لڑنا اور کسی مسلمان کا خون بہانا پسند نہیں کیا اور اسی حال میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے جان دی، اسی کے ساتھ خلافت سے دستبردار ہونا بھی گوارا نہیں کیا جس کو وہ مسلمانوں کی امانت اور احادیث اور اشارات نبویؐ کی بناء پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا سمجھتے تھے[4]۔

خلافت عثمانی میں جو بارہ سال کے عرصہ پر محیط ہے ایسی عظیم الشان فتوحات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ہوئیں جن کی نظیر اس سے پیشتر کی تاریخ میں نہیں ملتی،

---

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (المحب الطبری) جلد ۲ صـ ۱۱۱

[2] حلیۃ الاولیاء (ابی نعیم) جلد ۱ صـ ۵۶ [3] ایضاً صـ ۱۱۶

[4] ماخوذ از کتب تاریخ تاریخ الخلفاء (سیوطی) البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) وغیرہ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

.....اس زمانہ میں اسلامی مملکت کے دائرہ میں بڑی وسعت ہوئی، اس کے حدود سندھ سے لے کر اندلس (اسپین) تک جا پہونچے، اسلامی افواج نے اس عہد میں بڑی جنگوں کے علاوہ بحری قوت کا بھی مظاہرہ کیا اور قبرص، روڈس کے جزائر فتح کئے، ایک عظیم الشان بحری بیڑا تیار کیا گیا، حالانکہ اس سے پیشتر ان کے پاس ایک کشتی بھی نہ تھی، اسلامی فوج ۳۲ھ میں بنائے قسطنطنیہ (باس فورس) تک جا پہونچی ۲۵ھ میں طرابلس الغرب (لیبیا) پر فوج کشی ہوئی اور دو ہی سال بعد تونس الجزائر اور مراکش کے علاقوں کو فتح کر لیا گیا، اسی سال عبداللہ بن نافع نے سمندر پار کر کے اندلس کا محاصرہ کیا، مسلمانوں کی فوجیں قفلس (رک بآں) اور بحیرۂ اسود کے کناروں تک جا پہونچیں، ۳۰ھ میں خراسان اور طبرستان کی طرف پیش قدمی ہوئی، جرجان خراسان طبرستان فتح ہوا، عبداللہ بن عامر نے مزید آگے جا کر سوات، کابل، سجستان، نیشاپور اور اردگرد کے علاقوں کو مطیع بنایا طخارستان اور کرمان فتح ہوئے اور یوں کوہ قاف اور بحر خزر (قزوین) تک اسلامی حکومت وسیع ہو گئی، ان کے مبارک عہد میں مسلمانوں نے ہندوستان کی طرف بھی توجہ دی اور گجرات کے ساحلی علاقوں تک ان کے قدم جا پہونچے[1]، ان کے عہد خلافت میں تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، تجارت و علوم فنون کو بھی ترقی ہوئی، دولت و ثروت اور فارغ البالی کا دور دورہ ہوا۔

---

[1] ان وسیع اور عظیم فتوحات کے نتیجہ میں جس وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت ہوئی اور ملک کے ملک اور قوموں کی قومیں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں اس کا آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے اور تاریخ سے اس کی شہادتیں ملتی ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ان کی ایک اہم خدمت مسجد الحرام کی توسیع ہے جو ۲۶ھ میں کی گئی، ۲۹ھ میں انھوں نے مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کرائی، بحری فتوحات کے سلسلہ میں بھی حکم دیا کہ مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کی جائیں اور پرانی مساجد مزید وسیع کی جائیں، ان کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ عالم اسلام کو ایک مصحف اور ایک قرأت پر جمع کرنا تھا، قرآن مجید کو لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرنا اور ایک ہی قراءت پر سارے ممالک اسلامیہ کو متحد کر دینا خلافت عثمانیہ کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔[1]

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ

جہاں تک خلیفہ چہارم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی کا تعلق ہے ان کے بارے میں سوائے خوارج کے کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہم یہاں ان کے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ کا ایک بیان پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس میں انھوں نے حضرت معاویہؓ کی فرمائش و اصرار پر امیر المومنین کے بارے میں اپنی معلومات، مشاہدات و تأثرات پیش کئے، اور الفاظ میں تصویر کشی کی کوشش کی، اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ خلافت و حکومت میں بھی اس قدسی جماعت کی کیا حالت تھی جو درسگاہ نبوت اور مدرسۂ ایمانی و قرآنی سے تیار ہو کر نکلی تھی۔

"ان کو دنیا اور اس کی بہار اور رونق سے وحشت ہوتی تھی، اور رات اور اس کی تاریکی میں دل بہلتا تھا، آنکھیں پراشک رہا کرتی تھیں، ایک لمبے فکر اور سوچ میں رہا کرتے تھے، لباس وہ پسند آتا جو موٹا ہو، کھانا وہ دل کو بھاتا جو معمولی

---

[1] تلخیص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور سادہ ہو، بالکل معمولی آدمی کی طرح رہتے، ہم میں ان میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا جب ہم کچھ پوچھتے تو جواب دیتے، جب ہم آتے تو وہ سلام میں پہل کرتے، جب ہم بلاتے تو بے تکلف آجاتے لیکن ان کے یہاں اس تقرب اور ہمارے اس قرب کے باوجود رعب اتنا تھا کہ ہم گفتگو نہ کر سکتے، اور خود چھیڑ کر بات نہ کر سکتے، دینداروں کی تعظیم کرتے تھے، اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے، طاقتور کو ان سے کسی غلط چیز کی امید نہ ہوتی، اور کمزور ان کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا، بخدا میں نے ان کو بعض مواقع پر اس وقت دیکھا ہے کہ رات نے اپنے پردے ڈال دیئے تھے، اور تارے ڈھل گئے تھے، وہ اپنی محراب میں کھڑے تھے، داڑھی پکڑے ہوئے، مار گزیدہ کی طرح تڑپتے تھے، اور اس طرح روتے تھے کہ جیسے دل پر چوٹ لگی ہو گویا میں سن رہا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں اے دنیا! اے دنیا! کیا مجھ سے چھیڑ کرنے چلی ہے، اور مجھ پر تیری نظر ہے؟ اس کی امید نہ کرنا کسی اور کو فریب دے، میں نے تجھ کو ایسا چھوڑا ہے کہ کبھی تیرا نام بھی نہ لوں گا، تیری عمر مختصر، تیری زندگی بے وقعت، اور تیرا خطرہ بہت ہے، ہائے سامان سفر کس قدر کم ہے، سفر کتنے دور کا ہے، راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔"[1]

خلفاء کی زاہدانہ زندگی اور خاندان میں سے کسی کو جانشین نہ بنانا

ان خلفاء کے اخلاص للّٰہیت، ان کی عظمت و انفرادیت کی کھلی ہوئی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ انھوں نے مسند نشینِ سلطنت اور دور اندیش، بلند حوصلہ

---

[1] صفۃ الصفوۃ ابن جوزی ص ۱۲۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حکمرانوں کی طرح نہ تو اس لیے پایاں دولت اور صدیوں کے اندوختہ سے جو سیلاب کی طرح فارس و روما سے امنڈتا ہوا چلا آرہا تھا، کوئی فائدہ حاصل کیا اور عیش و عشرت کی نہ سہی فراغت و راحت کی زندگی گذاری، بلکہ اپنے مقتدی اور محبوب کے نقشِ قدم پر چل کر عسرت و تنگی اور زہد و ایثار کی زندگی گذاری بلکہ وہ خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے زیادہ فارغ البال اور مطمئن تھے۔

دوسرے یہ کہ ان میں سے کسی نے اختیار کے باوجود اپنے بیٹے یا قریبی فرد خاندان کو اپنا جانشین نہیں بنایا، بلکہ بالعکس انھوں نے ان کو خلافت کی ذمہ داری سے الگ رہنے کی ہدایت اور مسلمانوں کو ان کو منتخب نہ کرنے کی وصیت کی، جس کی بناء پر (فطرت، جذبۂ انسانی، اور صدیوں نہیں ہزاروں برس کی حکومتوں حکمرانوں کی روایات اور تجربوں کو سامنے رکھ کر) اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ سرتاپا اخلاص، للّٰہیت ظاہراً و باطناً بے غرض و بے لوث تھے، اور ان کا خلافت کی ذمہ داری قبول کرنا محض رضائے الٰہی کی خاطر، دین کی اشاعت و استحکام اور فتنوں و خطرات کے دروازے بند کرنے کے سوا کچھ نہ تھا ورنہ (جیسا کہ بعض مکاتب خیال کا خیال اور قول ہے) اگر انھوں نے خلافت اپنے ذاتی اغراض، جاہ طلبی اور مقصد براری کے لئے قبول کی تھی تو دنیا کا فائدہ اٹھائے بغیر اپنی عاقبت خراب کرنا کھلا ہوا "خسارت" کے سوا کچھ قرار نہیں پاتا، اور یہ کسی ذی ہوش آدمی کا کام نہیں ہوسکتا کہ وہ "کوہ کندن کاہ برآوردن" کے مرادف ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا زہد و ایثار اور احتیاط

ہم اس موقعہ پر ایک مثال حضرت ابوبکرؓ کی سیرت کی اور ایک حضرت عمرؓ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

واقعہ کی دینے پر اکتفا کریں گے، جس کے بعد ہر ایسا شخص جس کی عقل و ضمیر کو تعصب نے مغلوب نہیں کیا ہے وہ خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

عہد صدیقی کا مؤرخ لکھتا ہے:۔

"ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں! انھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ درہم بچا کر جمع کر لوں، فرمایا جمع کرو، کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ شیرینی لا دو، پیسے لے کر کہا معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضروری سے زیادہ ہیں، لہٰذا بیت المال کا حق ہے، چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کر دیئے، اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا[1]"

حضرت حسنؓ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا آخری وقت ہوا تو فرمایا، عائشہؓ وہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے، اور وہ لگن جس میں ہم کھانا کھاتے تھے، اور وہ چادر جو ہم استعمال کرتے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم مسلمانوں کا کام کرتے تھے، جب میرا انتقال ہو جائے تو اس سب کو عمرؓ کے پاس پہونچا دینا، جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو انھوں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا، ابوبکرؓ تم پر خدا کی رحمت ہو تم نے اپنے بعد والے پر بڑا بوجھ ڈال دیا[2]، یہ بھی آتا ہے کہ جب آخر وقت ہوا تو فرمایا کہ میری فلاں زمین اس رقم کے معاوضہ میں بیت المال کی طرف منتقل کر دی جائے، جو میں اپنی خلافت میں بیت المال سے وصول کر چکا ہوں[3]، ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میرے مال میں سے

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۴۲۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۵۷ [3] ایضاً ص ۸۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آٹھ ہزار درہم لے کر بیت المال میں داخل کر دینا، اس لئے کہ اسی قدر مجھ پر صرف ہوئے تھے"۔

انتقال کے وقت فرمایا کہ "یہ دونوں کپڑے جو میرے جسم پر ہیں ان کو دھو ڈالنا اور اسی میں مجھے کفن دینا، نئے کپڑے کی مرنے والے کے مقابلہ میں زندہ رہنے والے کو زیادہ ضرورت ہے"۔[1]

حضرت عمرؓ کا سرکاری دورہ اور سفر شام

اب دوسری مثال حضرت عمرؓ کی پیش کی جاتی ہے آپ نے بہت سی مملکتوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد سنی ہوگی اور ان کے شاہانہ تزک و احتشام اور کرّ و فر کا تماشہ دیکھا ہوگا چھٹی صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرمانروا حضرت عمرؓ کے سرکاری دورہ (سفر شام) کی روداد مؤرخ کی زبان سے سنئے، مولانا شبلیؒ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الفاروق" میں ۱۶ھ کے سفر بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

"ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروق اعظمؓ کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا کس سر و سامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ و نوبت، خدم و حشم، لاؤ لشکر ایک طرف معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا، سواری میں گھوڑا نہ تھا، اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے،

---

[1] طبقات جلد ۳ صـ ۱۳۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تاہم جہاں یہ آواز پہونچتی تھی کہ فاروق اعظم رضؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے، زمین دہل جاتی تھی۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی یہیں لکھا گیا، معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمر رضؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا گھوڑا جو سواری میں تھا، اس کے سم گھس کر تمام ہو گئے تھے، اور رک رک کر قدم رکھتا تھا حضرت عمر رضؓ دیکھ کر اتر پڑے، لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا، گھوڑا شوخ اور چالاک تھا، حضرت عمر رضؓ سوار ہوئے تو اُچھل کرنے لگا، فرمایا کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی؟ یہ کہہ کر اُتر پڑے اور پیادہ پا چلے، بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابو عبیدہ رضؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے، حضرت عمر رضؓ کا لباس اور سروسامان جس معمولی حیثیت کا تھا، اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے، چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کی، حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے"

دوسرے سفر شام ۱۸ھ کا حال بھی سن لیجئے:-

"حضرت عمر رضؓ نے شام کا قصد کیا، حضرت علی رضؓ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود ایلیہ کو روانہ ہوئے، برفا ان کے غلام اور بہت سے صحابہ رضؓ ساتھ تھے، ایلیہ کے قریب پہونچے تو کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی، اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہوئے، راہ میں جو لوگ دیکھتے تھے،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پوچھتے تھے کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ فرماتے تمہارے آگے، اسی حیثیت سے ایلہ میں آئے ہے، یہاں دو ایک روز قیام کیا، گزی کا کرتہ جو زیب بدن تھا، کجاوہ کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا، مرمت کے لئے ایلہ کے پادری کے حوالہ کیا اس نے خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا کرتہ تیار کر کے پیش کیا، حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور کہا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے"[1]

خلفائے ثلاثہ کے ساتھ سیدنا علی مرتضیٰ کا تعاون

سیدنا علی مرتضیٰؓ نے خلفائے ثلاثہ بالخصوص شیخین کو اپنا پورا تعاون دیا، بہت نازک موقعوں پر ان کے صائب مشورے بڑے مفید اور قیمتی ثابت ہوئے، ان حضرات نے بھی آپ کے علم و فہم اور اصابتِ رائے کا بلند الفاظ میں اعتراف کیا ہے، حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت پر آپ نے اپنے جذبات و تاثرات کا جس طرح اظہار کیا اس سے ان مخلصانہ تعلقات کا پورا اظہار ہوتا ہے، یہ دونوں خطبے جن میں ان کا اسلوب بیان، ان کی زبان اور ان کے ادبی و بلاغتی خصوصیات پوری طرح نمایاں ہیں کتب تاریخ ——————

میں دیکھے جا سکتے ہیں، یہاں طوالت کے خوف سے ان کو نقل نہیں کیا جاتا۔

حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران پانی روک دیا گیا تھا، حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو پانی کی تین مشکیں بھیج دیں، ان کے لے جانے کے سلسلہ میں بنی ہاشم کے

---

[1] الفاروق ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۵ واقعہ تفصیل سے علامہ ابن کثیر کی مستند تاریخ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۵۵-۶۰ اور تاریخ طبری میں ملاحظہ ہو [2] ملاحظہ ہو "الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ" تالیف محب الدین طبری (م ۶۹۴ھ) مخطوطہ کتب خانہ "ندوۃ العلماء" ۱۷۸۳ ورق ۱۲۶، ۱۲۷ نیز ۱۸۷، ۱۸۸، "سیرۃ الصدیق" اردو میں حضرت ابوبکرؓ کے متعلق حضرت علیؓ کا پورا خطبہ ترجمے کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے، ص ۱۴۵ تا ۱۵۱، نیز طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۷ (دار صادر بیروت)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کسی تعلق والے زخمی ہوئے، حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے کہا کہ اپنی تلواریں لے کر عثمانؓ کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک پہونچنے نہ دو۔

جب حضرت عثمانؓ پر باغیوں نے تشدد کیا اور ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور اپنے آزاد کردہ غلام قنبر کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس مدافعت میں حضرت حسنؓ زخمی بھی ہوئے سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا، قنبر کے سر پر چوٹیں آئیں لیکن باغی اس دروازہ سے داخل نہ ہو سکے جہاں حضرت حسنؓ کا پہرہ تھا، وہ دوسری دیوار پھاند کر اندر پہونچ گئے اور حضرت عثمانؓ کو بحالتِ تلاوت شہید کر دیا۔[1]

صحابہؓ اور اہل بیت کے باہمی تعلّقات

قرآن مجید نے صحابہؓ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"[2] (وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل) ان کی زندگی، ان کے آپس کے تعلّقات، ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک، باہمی محبت، اکرام و احترام، پاسداری اور ادائے حقوق کے واقعات اس نصِّ قرآنی کی تائید کرتے ہیں، اس کے خلاف جو بھی بیان کیا گیا ہے یا بیان کیا جائے، وہ قرآن کی تکذیب، تاریخ کی تغلیط اور تربیت نبوی صلعم کے بارے میں بدگمانی اور تشکیک کے مرادف ہے، یہاں پر چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔

بخاری کی روایت ہے عقبہ بن الحارث کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر باہر نکل کر ٹہلنے لگے، انھوں نے حضرت حسنؓ کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۶۰، نیز مقدمۂ انگریزی ترجمۂ "نہج البلاغۃ" (PEAK OF ELOQUENCE) از مسٹر عسکری جعفری ص۶۱ ۔ ناشر: (ISLAMIC SEMINARY, U.S.A.) [2] سورۃ الفتح ۔ ۲۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کھیل رہے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور کہا میرا باپ قربان ہو یہ آنحضرتؐ سے مشابہ ہے علیؓ سے مشابہ نہیں، حضرت علیؓ سن رہے تھے، اور ہنس رہے تھے[1]"

حضرت حسینؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم ہمارے پاس آتے اور بیٹھتے نہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گھر پر گیا اس وقت وہاں تخلیہ ہو رہا تھا، دروازہ پر ان کے فرزند عبداللہ استظار میں بیٹھے تھے، میں یہ دیکھ کر واپس چلا آیا، اس کے بعد جب ملاقات ہوئی تو فرمایا بیٹے تم ہمارے پاس آئے نہیں؟ میں نے کہا میں آیا تھا لیکن اس وقت تنہائی تھی، میں نے دیکھا کہ خود آپ کے فرزند عبداللہ اجازت کے منتظر ہیں، میں واپس آگیا، فرمایا عبداللہ بن عمرؓ کو اجازت ہوتی نہ ہوتی تم اندر آسکتے تھے، ہمارے دل و دماغ میں ایمان کی جو تخم ریزی ہوئی، وہ اللہ کا احسان ہے پھر تمہارے گھرانے ہی کا فیض ہے، یہ کہہ کر شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھا[2]"

ابن سعد حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت محمد باقر سے وہ امام زین العابدین سے کہ "ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس یمن کے حُلّے آئے[3]، حضرت عمرؓ نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے، وہ یہ پوشاک پہن کر مسجد نبوی میں آئے، آپ قبر شریف اور منبر کے درمیان بیٹھے تھے، لوگ آتے تھے سلام کرتے تھے دعا دیتے تھے، اتنے میں حسنؓ و حسینؓ اپنی والدہ کے مکان سے (جو مسجد ہی میں تھا) نکل کر آئے ان کے جسم پر کوئی حُلّہ نہیں تھا،

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۴ کتاب بدأ الخلق، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مسند احمد، نسائی اور طبقات ابن سعد۔ [2] کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۵، الاصابہ جلد ۱ ص ۳۳۳ بسند صحیح،

[3] اگر ایک ہی کپڑے کا پیجامہ اور قمیص ہو اور کپڑا قیمتی ہو تو حُلّہ کہتے ہیں، یہ قدیم عربوں میں وہی درجہ رکھتا تھا جو اس زمانہ میں سوٹ کا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت عمرؓ افسردہ اور اداس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں ان بچوں کی وجہ سے مغموم ہوں کہ ان کے بدن کے مطابق کوئی حلّہ نہیں تھا، سب بڑی عمر والوں کے لئے تھے، پھر آپ نے یمن اپنے عامل (والی) کو لکھا کہ حسنؓ حسینؓ کے لئے دو حلّے بھیجو اور جلدی کرو، اس نے دونوں کی پوشاکیں بھیجیں، آپ نے ان دونوں کو پہنایا تب اطمینان ہوا۔[1]"

مولانا شبلیؒ "الفاروق" میں متعلقین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس و لحاظ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:-

"(حضرت عمرؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق کا نہایت پاس کرتے تھے، جب صحابہ وغیرہ کے روزینے مقرر کرنے چاہے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ کی رائے تھی کہ حضرت عمرؓ مقدم رکھے جائیں، لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور کہا کہ ترتیب مدارج میں سب سے مقدم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقاتِ قرب و بُعد کا لحاظ ہے چنانچہ سب سے پہلے قبیلہ بنی ہاشم سے شروع کیا اور اس میں بھی حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے ناموں سے ابتداء کی، اپنے قبیلہ بنی عدیؓ کو پانچویں درجہ میں رکھا، چنانچہ اسی ترتیب سے سب کے نام لکھے گئے، تنخواہوں کی مقدار میں بھی اسی کا لحاظ رکھا، سب سے زیادہ تنخواہیں جن لوگوں کی تھیں وہ اصحاب بدر تھے، حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام اگرچہ اس گروہ میں نہ تھے، لیکن ان کی تنخواہیں اسی حساب سے مقرر کیں۔[2]"

---

[1] کنز العمال ج ، ص۱۰۶ از ابن سعد

[2] "الفاروق" جلد دوم ص۲۶۹ معارف پریس اعظم گڑھ (بحوالہ کتاب الخراج از امام ابو یوسف ص۲۴-۲۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"حضرت عمرؓ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علیؓ سے مشورہ کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علیؓ بھی نہایت دوستانہ مخلصانہ مشورہ دیتے تھے، نہاوند کے معرکہ میں ان کو سپہ سالار بھی بنانا چاہا تھا لیکن انھوں نے منظور نہیں کیا، بیت المقدس گئے تو کاروبار خلافت انھیں کے ہاتھ میں دے گئے اتحاد و یگانگت کا آخری مرتبہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثومؓ کو جو فاطمہ زہراؓ کے بطن سے تھیں ان کے عقد میں دے دیا۔"[1]

جہاں تک شیر خدا حضرت علیؓ کا تعلق ہے ان کا اپنی رضا و رغبت سے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کو دوسری بیویوں کی موجودگی میں اس سن و سال میں حضرت عمرؓ کے عقد میں دینا، اور اپنے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ رکھنا،[2] اس الفت و محبت اور اعتماد کی واضح مثال ہے، ایسی اور مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں لیکن ہم اختصاراً اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

مولانا حالی کے موئے قلم سے عہدِ صحابہؓ کی دل کش تصویر

ان خصوصیات کی بناء پر یہ پہلا اسلامی معاشرہ جس کی بنیاد صحبتِ نبویؐ، تربیتِ ایمانی اور تعلیماتِ قرآنی پر پڑی تھی، ایک بے خار انسانی گلدستہ بن گیا جس کا ہر پھول اور ہر پتی اس کے لئے باعث زینت تھی، مختلف قبائل، مختلف خاندانوں

---

[1] حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ عقد کی بحث، اس کا ثبوت اور اس پر تاریخی، علمی و کلامی محاکمہ نواب محسن الملک کی معرکۃ الآراء کتاب "آیات بینات" (حصہ اول ص ۱۲۷-۱۶۴ مطبع مرزا پور ۱۳۰۷ھ) میں دیکھی جائے۔ [2] العبقریات (از عباس محمود العقاد مصری) عبقریۃ الامام ص ۹۵۸ طبع دار الفتوح قاہرہ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور مختلف حیثیتوں کے افراد ایک خوش اسلوب متحد القلوب خاندان میں تبدیل ہو گئے، اور اسلام کی انقلاب انگیز تعلیم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ صحبت نے ان کو شیر و شکر بنا دیا، اس موقعہ پر راقم سطور کے قلم سے خواجہ الطاف حسین حالی کی شہرۂ آفاق مسدس کا ایک اقتباس نقل کئے بغیر رہا نہیں جاتا جس میں صحابۂ کرامؓ کے اس معاشرہ کی بولتی ہوئی تصویر کھینچی گئی ہے، یہ تصویر مبنی برحقیقت ہونے کے ساتھ ایسی دلکش و دلآویز ہے کہ اس کو پوری نسل انسانی کے وسیع اور ضخیم مرقع میں پیغمبروں کی سیرت و تاریخ کے بعد سب سے پہلی اور اونچی جگہ دینی چاہیئے، مولانا حالیؒ صحابہ کرامؓ اور خلافتِ راشدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت — ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت — نبیؐ نے کیا خلق سے قصدِ رحلت

تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

سب اسلام کے حکم بردار بندے — سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبیؐ کے وفادار بندے — یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے
رہ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشہ میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے — کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکامِ دیں پر چڑھا دینے والے — خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

یہ تھی موج پہلی اُس آزادگی کی
ہر اجس سے ہونے کو تھا باغِ گیتی

نہ کھانوں میں تھی ان تکلّف کی کلفت
نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت

امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے اُمّت کے ایسے نگہباں
ہو گلّہ کا جیسے نگہبان چوپاں

سمجھتے تھے ذِمّی و مسلم کو یکساں
نہ تھا عبد و حُر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زنانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُن کی

بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُن کی

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہئے واں کفایت
سخاوت جہاں چاہئے واں سخاوت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بچی اور تلی دشمنی اور محبت نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رُکا حق سے جو رُک گئے اس سے وہ بھی[1]

فطرت انسانی کی اصلاح پذیری کی دلیل، اور انسانیت کے لئے سرمایۂ ناز قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور مستند تاریخ کی روشنی میں اسلامی معاشرہ کے جو خدوخال اس کا جو سراپا اور نقشہ اور اس سے آگے بڑھ کر اس کا جو مزاج و مذاق سامنے آتا ہے اس سے نہ صرف اوّلین مسلمانوں اور آغوش نبوت کے پروردہ اور درسگاہ نبوی و قرآنی کے تربیت یافتہ لوگوں کی، بلکہ ایک ایسی بڑی تعداد میں افراد انسانی کی ایک حسین اور دلکش تصویر سامنے آتی ہے جس سے بہت کم تعداد میں بھی اور صدیوں کے فرق اور مکان و زمان کے تفاوت سے بھی کوئی ایسی معیاری اور مثالی جماعت نظر نہیں آتی، اس سے انسانی فطرت کی خیر قبول کرنے کی صلاحیت، اس کی ترقی، پاکیزگی، بلند پروازی کے ایسے وسیع امکانات (جہاں تک انسانوں کی ذہانت پہونچنی مشکل ہے) مخلص اور مؤید من اللہ مصلحین و مربیوں کی کوشش و محنت کی کامیابی اور اس کے عمیق اور دیرپا اثرات کا روشن ثبوت ملتا ہے اور انسانیت کو خود اپنے اوپر ناز کرنے اور ہر دور کے انسانوں کو فخر و مباہات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ ان کی جنس اور نوع میں ایسے بلند پایہ انسان پیدا ہوئے جن میں ہر ایک بقول اقبال ؎

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولیٰ صفات

---

[1] "مدوجزر اسلام" یعنی "مسدس حالی" ص ۳۷-۳۸ راجہ رام کمار پریس بک ڈپو۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کا مصداق تھا، اس سے فرد انسانی احساس کہتری، مردم بیزاری اور مایوسی کے امراض سے شفا پاتا ہے، صحیح خطوط پر کام کرنے والوں کا حوصلہ بلند ہوتا ہے اور انبیاء مرسلین (صلوات اللہ علیہم) کی عمومیت کے ساتھ اور سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی خصوصیت کے ساتھ عظمت و عزت راسخ ہوتی ہے آپ کی تعلیم و تربیت کے نتائج کو دیکھ کر ایمان بالغیب ایمان شہودی بن جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے بہت صحیح لکھا ہے کہ :-

"ان بشری لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود جو انسانیت کا لازمہ ہیں، مجموعی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ افراد انسانی کا کوئی مجموعہ اور انسانوں کی کوئی نسل صحابہ کرامؓ سے بہتر سیرت و کردار کی نظر نہیں آتی، اگر ان کی زندگی میں کہیں کہیں کچھ ہلکے سے دھبے اور داغ نظر آتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے سفید کپڑے میں کہیں کہیں کچھ تھوڑی سی سیاہی نظر آجائے، یہ عیب چشموں کا قصور ہے کہ ان کو اس کپڑے میں سیاہی کا نقطہ تو نظر آیا اور اس کپڑے کی سفیدی نظر نہ آئی، دوسری جماعتوں کا تو حال یہ ہے کہ ان کا سارا نامۂ اعمال سیاہ نظر آتا ہے کہیں کہیں سفیدی نظر آتی ہے"[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہ راست تربیت یافتہ نسل اور اسلام کے مثالی عہد کی وہ تاریک و مکروہ تصویر جو فرقہ اثنا عشریہ پیش کرتا ہے لیکن اس کے بالکل برخلاف اپنے کو مسلمان اور اسی نبیؐ کی امت کہلانے

---

[1] ملاحظہ ہو "منہاج السنۃ" حصہ ۳ صـ ۲۴۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

والوں کا ایک فرقہ (امامیہ اثنا عشریہ) اس معاشرہ اور عہد کی ایک دوسری تصویر پیش کرتا ہے، جو ایک طرف سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششوں کی ایسی ناکامی اور صحبت و تربیت کی ایسی بے اثری کا اظہار کرتی ہے، جو شاید دنیا کے کسی ایسے مخلص مؤثر اور ماہر معلّم و مربّی کے حصہ میں بھی نہیں آئی، جو نہ مامور من اللہ تھا، نہ مؤید من السماء، نہ مورد وحی و الطاف الٰہی، نہ مالک اوصاف و کمالات لامتناہی بلکہ انسانوں کی زود فراموشی، طوطا چشمی، بے وفائی، حق پوشی، نفسانیت، حُبّ جاہ اور اپنے اغراض دنیّہ کے لئے ہر طرح کی کوششوں، سازشوں، تحریفات، افتراءات سے کام لینے کو جائز سمجھنے کی ایسی مکروہ تصویر پیش کرتی ہے، جو نہ صرف اصلاحی و تربیتی کوششوں کے انجام سے بلکہ پوری انسانیت کی صلاحیت، اس کی قسمت اور مستقبل سے مایوس کر دیتی ہے۔

ان کے نزدیک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تئیس[۲۳] سالہ کوششوں کا نتیجہ صرف تین[۳] ہستیاں (اور بعض روایات کے مطابق چار[۴] تھیں) جو آپ کی وفات کے بعد بھی اسلام پر قائم رہیں، باقی سب نے (معاذ اللہ) آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا اور آپ کی صحبت و تربیت کو دنیا کے سامنے ناکام ثابت کیا[۱]، فرقہ اثنا عشریہ کی معتبر کتاب جس کو وہ اصح الکتب مانتے ہیں "الجامع الکافی"

---

[۱] سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کی تربیت و صحبت کی تاثیر اور انقلاب انگیزی کے تذکرہ میں ان کی امت کے ان افراد کی ہدایت و تاثیر کا ذکر کرنا (جن کو جو کچھ ملا وہ آپ ہی کے طفیل اور صدقہ میں ملا) ایک طرح کی بے ادبی اور بد ذوقی ہے، ورنہ یہاں مختلف عہد کے ان ادباء کرام اور ہادیانِ طریق کے ایسے واقعات بیان کئے جاتے، جن سے معلوم ہوتا کہ جن پر

(باقی صـ۴۸ پر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے آخری حصہ "کتاب الروضۃ" میں امام ابو جعفر (امام باقرؑ) کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

کان الناس علی ردّۃٍ بعد النبی	لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	وسلم کے بعد ارتداد اختیار کیا اس سے
الّا ثلاثۃ، فقلتُ ومن	صرف تین آدمی مستثنیٰ ہیں، راوی کہتا
الثلاثۃ؟ فقال، المقدادبن	ہے، میں نے عرض کیا وہ تین کون ہیں؟
الأسود وأبوذر الغفاری	فرمایا مقداد بن اسودؓ، ابوذر غفاریؓ
وسلمان الفارسی رحمۃ اللہ	وسلمان فارسیؓ، اللہ کی رحمتیں اور
علیہم وبرکاتہٗ۔	برکتیں ان پر ہوں

علامہ خمینی کے ارشادات

ایران کے موجودہ داعی انقلاب اور مؤسس "حکومت اسلامی"

(باقی صفحہ ۴۷ کا) ان کی ایک بار نظر پڑ گئی وہ کندن بن گیا، سالہا سال کے جرائم پیشہ اور بدنام زمانہ لوگوں نے اگر ایک بار ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تو آخر دم تک وہ راسخ العقیدہ، گناہوں سے مجتنب اور متقی و پرہیزگار رہے، اگر کبھی کسی ایسے آدمی کا (جس کے سایہ سے لوگ بھاگتے تھے، اور اس کی اصلاح سے مایوس تھے) اتفاقاً بستر ایک رات ان کے بستر کے پاس رہا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ عابد و شب بیدار بن گیا اور پھر اس کا یہی رنگ رہا، اس طرح کے واقعات عہد رسالت سے صدیوں بعد تک ہندوستان جیسے دور دراز ملکوں میں پیش آتے رہے، اس کی مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو "سیرت سید احمد شہیدؒ" (۱۲) "القول الجلی فی کرامات السید محمد علی" "کاروان ایمان و عزیمت" "جب ایمان کی بہار آئی" وغیرہ

لہ فروع کافی جلد سوم کتاب الروضۃ صفحہ ۱۱۵ طبع لکھنؤ، ایک روایت کے مطابق عمار بن یاسرؓ بھی اسی فہرست میں ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نائب امام غائب آیت اللہ روح اللہ خمینی صاحب اپنی فارسی کتاب "کشف الاسرار" میں صحابہ کرامؓ کو ایسے اوصاف سے یاد کرتے ہیں جو ان کو پکا دنیا پرست، ناخدا ترس، جری و گستاخ، قرآن میں تحریف کرنے والا اور نتیجۃً کافر ثابت کرتے ہیں، وہ کشف الاسرار میں لکھتے ہیں:۔

آنکہ ممکن بود در صورتیکہ امام را در قرآن ثبت می کردند آنہا نیکہ جز برائے دنیا و ریاست با اسلام و قرآن سروکار نداشتند، و قرآن را وسیلۂ اجرائے نیات فاسدہ خود کردہ بودند آن آیات را از قرآن بردارند و کتاب آسمانی را تحریف کنند و برائے ہمیشہ قرآن را از نظر جہانیان بیندازند تا روز قیامت این ننگ برائے مسلمانہا و قرآن آنہا بماند و ہما عیبے را کہ مسلمانان کتاب یہود و نصاریٰ می گرفتند عیناً برائے خود اینہا ثابت شود۔[1]

وہ لوگ (صحابہؓ) جو سوائے دنیا اور حصول حکومت کے اسلام اور قرآن سے سروکار نہیں رکھتے تھے جنھوں نے قرآن کو اپنی نیاتِ فاسدہ کی تکمیل کا محض وسیلہ بنایا تھا، ان کے لئے ان آیات کا (جو حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل اور ائمہ کی امامت پر دال تھیں) قرآن مجید سے نکال دینا، کتاب آسمانی کا تحریف کرنا اور ہمیشہ کے لئے قرآن کو دنیا والوں کی نگاہ سے اس طرح مستور بنا دینا کہ قیامت کے دن یہ ننگ و عار مسلمانوں اور قرآن کے حق میں باقی رہے آسان تھا تحریف کا وہ عیب جو مسلمان

---

[1] "کشف الاسرار" ص ۱۱۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہود و نصاریٰ پر لگاتے ہیں، ان صحابہؓ پر ثابت ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

آنکہ فرضاً در قرآن اسم امام را ہم تعیین می کرد، از کجا کہ خلاف بین مسلمانہا واقع نمی شد آنہائیکہ سالہا در طمع ریاست خود را بدیں پیغمبر چسپاندہ بودند دست بندیہا می کردند، ممکن نبود بگفتہ قرآن از کار خود دست بردارند، باہر حیلہ بود کار خود را انجام می دادند، بلکہ شاید دریں صورت خلاف بین مسلمانہا طوری می شد کہ بانہدام اصل اسلام منتہی می شد، زیرا کہ ممکن بود آنہا کہ در صدد ریاست بودند چوں دیدند کہ باسم اسلام نمی شود بمقصود خود برسند بکرہ حربے برضد اسلام تشکیل می دادند۔[1]

فرض کیجئے اگر قرآن مجید میں امام کے نام کا تعین بھی کر دیا جاتا تو یہ نتیجہ کہاں سے نکالا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع نہ ہوتا، وہ لوگ جنھوں نے سالہا سال سے حکومت و ریاست کی طمع میں اپنے کو پیغمبر کے دین کے ساتھ چسپاں رکھا تھا اور اس کے لئے جماعت سازی اور مدت سے ساز باز کر رہے تھے، ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ قرآن مجید کے فرمان کی وجہ سے اپنے مقصد سے دستبردار ہو جاتے، وہ ہر تدبیر سے اپنا کام نکالتے بلکہ شاید اس صورت میں مسلمانوں کے درمیان ایسا اختلاف پیدا ہوتا کہ دین کی بنیاد ہی منہدم

---

[1] کشف الاسرار ص ۱۱۳-۱۱۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہو جاتی اس لئے کہ ممکن تھا کہ
جو لوگ اپنی حکومت کی فکر میں تھے
جب وہ دیکھتے کہ یہ کام اسلام کے
نام سے اور اس کے ذریعہ سے نہیں
ہو سکتا تو اپنا مقصد حاصل کرنے
کے لئے اسلام ہی کے خلاف گروہ
بندی کرتے اور کھل کر میدان میں آجاتے۔

اس کے علاوہ حضرات شیخین، ذوالنورین، عام صحابہ کرامؓ کے بارے میں خمینی صاحب کے فرمودات (جن کو نقل کرنے کا یارا نہیں) ان کی فارسی کتاب "کشف الاسرار" میں دیکھے جائیں یا مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" میں ملاحظہ فرمائے جائیں، ان کا یہاں اس سے زیادہ نقل کرنا نہ ضروری ہے نہ ممکن۔

نواب محسن الملک کا بصیرت افروز تبصرہ

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اس فرقہ کے عقیدے اور رویے کو دیکھ کر نواب محسن الملک[1]

---

[1] نواب محسن الدولہ محسن الملک میر مہدی علی ابن سید ضامن علی حسینی (۱۲۵۳ھ ۱۳۲۵ھ) اس دور کے ممتاز ترین فضلاء عالی دماغ اور ہندوستان کی جدید تعلیم یافتہ نسل کے محسنوں اور معماروں میں سے تھے، اپنے مطالعہ اور فطری سلامتِ طبع اور غور و فکر [illegible] حجت کی بناء پر سنی مسلک اختیار کیا، نواب مختار الملک کی دعوت پر ۱۲۹۱ھ میں حیدر آباد گئے اور اعلیٰ عہدے پر

(باقی صـ ۵۲ پر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(مولوی سید محمد مہدی علی صاحب) نے "آیات بینات" میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اضافہ اور اس سے بہتر طریقہ پر اس نفسیاتی و ذہنی ردِّ عمل کا اظہار آسان نہیں، جو ایک سلیم الطبع انسان پر اس سے واقف ہونے کے بعد ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعوں کا بہ نسبت صحابہؓ کے ہے اس سے الزام آپؐ کی نبوت پر آتا ہے، اور سننے والے کو مذہب اسلام پر شبہ ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کوئی اس امر پر یقین کرلے کہ جو لوگ حضرتؐ پر ایمان لائے، ان کے دلوں پر کچھ اثر ایمان و اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر میں مسلمان اور عیاذاً باللہ باطن میں کافر تھے، یہ حضرتؐ کے انتقال کرتے ہی وہ اس سے پھر گئے، وہ حضرتؐ کی نبوت کی تصدیق کر نہیں سکتا، اور کہہ سکتا ہے کہ حضرتؐ اگر سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ ان کی ہدایت میں تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے ان پر ایمان لایا ہوتا، اور منجملہ ہزاروں، لاکھوں، آدمیوں کے جو ان پر ایمان لائے، سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے، اگر صحابہ کرامؓ تمہارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان میں

(باقی صہ ۵۱ کا) سرفراز ہوئے، ریاست میں بڑی دور رس اصلاحات کیں اور اپنی انتظامی و ذہنی صلاحیت کا ثبوت دیا ۱۳۰۵ھ میں انگلستان کا سفر کیا، وہاں کے تعلیمی مرکزوں کو دیکھا سرسید کی زندگی میں ان کے دست راست رہے ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ (M. A. O. COLLEGE) اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری منتخب ہوئے جس پر چین حیات فائز رہے، ان کے زمانہ میں کالج نے ہر حیثیت سے ترقی کی۔

نواب محسن الملک بڑی طاقتور شخصیت کے مالک تھے، سحر بیان مقرر اور پُرزور لکھنے والے تھے، ان کی کتاب "آیات بینات" اپنے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء کتاب ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کامل نہ تھے، تو وہ لوگ کون سے ہیں، جن پر حضرت کی ہدایت کا اثر ہوا، اور ویسے لوگ کتنے ہیں؟ جن کو حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا، اگر اصحاب نبی سوائے معدودے چند کے بقول تمہارے سب کے سب عیاذاً باللہ منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام کو کس نے قبول کیا؟ اور پیغمبر صاحب کی تعلیم و تلقین سے کس کو نفع پہونچا؟[1]

امام شعبی کا قول

امام شعبی (م ۱۱۰ھ) نے بڑے نکتہ کی بات فرمائی کہ یہود و نصاریٰ اہلِ تشیع کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر کے زیادہ مرتبہ شناس اور قدرداں ہیں، یہودیوں سے پوچھا گیا، تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا حضرت موسیٰؑ کے ساتھی، ان کے اصحاب! عیسائیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون ہیں؟ انھوں نے کہا عیسیٰؑ کے حواری! شیعہ صاحبان سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بدتر کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[2]

دنیا دار اور ناخدا ترس طالبین ریاست و حکومت پر قیاس

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ایرانی نژاد حضرات نے صحابہ کرامؓ اور تربیت یافتگانِ نبویؐ کو بانیانِ سلطنت، طالع آزما، جاہ و سلطنت کے

---

[1] "آیات بینات" حصہ اول ص۶۷ طبع مرزا پور ۱۸۷۶ء [2] منہاج السنۃ حصہ اول ص۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بندوں اور مال و دولت کے حریصوں پر قیاس کیا جن کا نمونہ پہلوی، کیانی اور بعد میں صفوی، قاچاری، شاہانِ ایران کی شکل میں ان کے سامنے تھا، اور اگر یہ روایت صحیح ہے کہ خمینی صاحب کے جدِ امجد اودھ سے ایران منتقل ہوئے تھے، تو انھوں نے صحابہ کرامؓ کو تعلقداروں، زمینداروں اور ہوشیار اور کہنہ مشق مقدمہ بازوں اور جعل سازوں پر قیاس کیا جو زر، زمین، زن کے لئے ہر طرح کے وسائل و مساعی کو جائز اور ضروری سمجھتے ہیں۔

"ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ"[1] (ان کے علم کی یہی انتہا ہے، تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستہ سے بھٹک گیا، اور وہ خوب واقف ہے اس سے جس نے ہدایت پائی)

خاندان اور اہلِ قرابت کے بارہ میں اسوۂ نبویؐ

ہم نے ایسے دین کے لئے جو پوری نوعِ انسانی کو مخاطب کرتا اور اس کو اعلیٰ اخلاق و کردار اور بنیادی اصلاح و انقلاب کی دعوت دیتا ہو، دوسری شرط یہ قرار دی تھی کہ اس دین کے داعیِ اوّل کا مقصود، قدیم بانیانِ سلطنت اور عام سیاسی قائدین اور رہنماؤں کی طرح (جن کی تاریخ دنیا کے سامنے ہے) اپنی دعوت، ایثار و قربانی اور رابطۂ عوام کے ذریعہ خاندانی سلطنت کا قیام اور ایک موروثی حکومت کی تاسیس نہ ہو، اور وہ اپنی ان کوششوں کے ذریعہ (اس وقت جو مخلصانہ وغیر جانبدارانہ معلوم ہوتی تھیں) اپنے خاندان کے لوگوں کو بندگانِ خدا کے سر پر

---

[1] سورۃ النجم ۔ ۳۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مسلط کرنے، ان کا آقا بنانے، اور ان کے لئے مدتوں تک پیشوائی و سرداری، اور خوشحالی و فارغ البالی کی راہ ہموار کرنے اور ان کے نسل در نسل مفادات کو محفوظ کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

ہم اس نقطۂ نظر سے جب سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معجزات کی ایک دنیا نظر آتی ہے جن میں نبوی مزاج جس کی تربیت دست قدرت نے کی تھی، (أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي) اور اس "خلق عظیم" کی جس کی شہادت قرآن نے "وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ"[1] کے الفاظ سے دی ہے، جلوہ افروزی نظر آتی ہے اور نبوی سیرت کا وہ تسلسل صاف نظر آتا ہے جس کو قرآن نے ہر نبی کی زبان سے ان الفاظ میں محفوظ کر دیا ہے۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ	اور اس کام کا میں تم سے کچھ صلہ
إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ	نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب العالمین
الْعَالَمِينَ ۝[2]	ہی کے ذمہ ہے۔

اس نکتہ کو غیر مسلم ہونے کے باوجود بازنطینی سلطنت کے سربراہ ہرقل (HERACLIUS) (۶۱۰-۶۴۱ء) نے بھی جو عیسائی تھا لیکن مذہبی لٹریچر اور مذاہب و اقوام کی تاریخ سے خصوصی واقفیت رکھتا تھا، سمجھ لیا تھا، اس نے نامۂ مبارک پانے کے بعد آپ کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے اور صحیح رائے قائم کرنے کے لئے قبیلۂ قریش کے ایک سردار ابوسفیان سے جو اتفاقاً انہیں دنوں اس کے

---

[1] سورۃ القلم - ۴ [2] سورۃ الشعراء - ۱۰۹ میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ کی زبان سے نکلا ہوا علیحدہ علیحدہ یہ جملہ نقل کیا گیا ہے۔
رکوع ۶-۷-۸-۹-۱۰-

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قلمرو میں آئے ہوئے تھے آپ کے متعلق جو سوالات کئے ان میں ایک یہ تھا، کیا اس نبی کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ ابوسفیان نے نفی میں جواب دیا، بعد میں ہرقل نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے کہا نہیں، اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ وہ اپنے خاندان کی بادشاہت کے طالب ہیں۔[1]

اب سیرت کا اس زاویہ نگاہ اور اس پیمانہ سے جائزہ لیجئے تو قدم قدم پر ایسی مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا اس دعوت اور جدّوجہد سے مقصود ساسانی اور رومی خاندانوں سے (بنی ہاشم و بنی مطلب تو الگ رہے، قریش بھی ایک طرف) عربوں کی طرف سلطنت منتقل کرنا نہیں تھا، چہ جائیکہ ہاشمی سلطنت یا مطلبی سرداری کا قیام، آپ کے دین و دعوت کے ان نمائندوں کا ذہن بھی جو صحابہ کرامؓ کی صف اول میں نہیں تھے، اس بارے میں صاف تھا، اور وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس کا اظہار ربعی بن عامرؓ کے اس جواب سے ہوتا ہے، جو انھوں نے ایرانی افواج کے سپہ سالار اعظم اور رکن سلطنت "رستم" کو دیا، اس نے پوچھا "ماالذی جاء بکم؟" تمہارے یہاں آنے کی غرض اور محرک کیا ہے؟ انھوں نے جواب میں کہا:-

اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من	اللہ نے ہمیں اس کام کے لئے مامور و مقرر
عبادۃ العباد إلی عبادۃ اللہ	کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو جن کے لئے اللہ کی
وحدہ۔[2]	مشیت ہے بندوں کی بندگی و غلامی سے

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الوحی حصہ اول ص۷ مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی الحلبی، قاہرہ۔

[2] البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۷، ص۳۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نکال کر خدائے واحد کی بندگی وغلامی

میں لے آئیں۔

آپؐ کا معاملہ اپنے اہل بیت اور قرابت داروں کے ساتھ (الأقرب فالأقرب)

دنیاوی سرداروں، نسب پرستوں، عام حکمرانوں سے نہ صرف مختلف بلکہ متضاد تھا"

آپ کا اصول یہ تھا کہ جو آپ سے جس قدر قریب ہوتا، آپ خطرات اور آزمائشوں میں

اس کو اسی قدر آگے رکھتے، اور انعام واکرام اور مال غنیمت کی تقسیم کے وقت

اسی قدر پیچھے، جب عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے (جو عرب کے

نامی گرامی بہادروں اور جنگ آزماؤں میں تھے) بدر کے معرکہ میں قریش کو للکارا اور

مبارز طلبی کی تو آپ نے حمزہؓ، علیؓ، عبیدہؓ کو آواز دی، ان کے مقابلہ میں بھیجا،

حالانکہ آپ مکہ کے ان شہسواروں کی حیثیت سے خوب واقف تھے، مہاجرین میں

متعدد ایسے جری اور شہسوار موجود تھے، جو ان سے دو دو ہاتھ کر سکتے تھے، بنی ہاشم

کے یہ تینوں افراد تھے جو خون ورشتہ میں آپ سے بہت قریب تھے، اور آپ کو سب سے

زیادہ عزیز ومحبوب بھی، لیکن آپؐ نے ان کو اس خطرہ سے بچانے کے لئے دوسرے

حضرات کو خطرہ میں نہیں ڈالا اور انھیں کو مقابلہ میں بھیجا، اللہ تعالیٰ کا کرنا کا اس نے

ان کو اپنے دشمنوں پر غالب کیا اور فتح نصیب فرمائی، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ،

مظفر ومنصور واپس آئے، حضرت عبیدہؓ کو زخمی حالت میں لایا گیا۔

لیکن آپ نے جب زکوٰۃ کی فرضیت کا اعلان کیا (جو قیامت تک باقی

رہنے والا اسلامی رکن ایک دائمی وعالمگیر عالمی ادارہ (INSTITUTION) اور آمدنی کا

غیر منقطع ذریعہ ہے) تو بنی ہاشم کو اس سے فائدہ اٹھانے سے قیامت تک کے لئے روک دیا،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اوران کا اس میں کوئی حصہ نہیں رکھا لیکن جب سود کو حرام قرار دیا تو اس کی ابتداء اپنے عم محترم عباس ابن عبدالمطلب سے کی، جب جاہلیت کے خون و مطالبہ کو کالعدم قرار دیا تو اس کی ابتدا اپنے بھائی ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب سے فرمائی، حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

"زمانۂ جاہلیت کا سود آج سے ختم اور کالعدم ہے اور پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں وہ ہمارے یہاں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، زمانہ جاہلیت کا خون بھی کالعدم ہے اور وہ ہمارے یہاں کا ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے، جو قبیلہ بنی لیث میں دودھ پیتے تھے، قبیلہ ہُذَیل نے ان کو قتل کر دیا[1]"

خطرات میں آگے، منافع میں پیچھے

راحت و آرام اور انعام و اکرام کے موقعہ پر آپ عام سلاطین و حکمرانوں یا سیاسی رہنماؤں کی رَوِش اور عادت کے خلاف ان حضرات کو ہمیشہ پیچھے رکھتے تھے، اور ان پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو چکی پیسنے میں مشقت ہوتی تھی، اسی زمانہ میں ان کو یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ باندیاں آئی ہیں، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اس کی خواستگار ہوئیں کہ ان کو بھی ان کی خدمت و مدد کے لئے کوئی باندی عطا ہو جائے، آپ مکان پر نہیں ملے، وہ حضرت عائشہؓ سے کہہ گئیں حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اس کا تذکرہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، وابوداؤد بروایت جابر بن عبداللہ۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تشریف لائے، اس وقت ہم سونے کے لئے لیٹ چکے تھے آپ کو دیکھ کر ہم کھڑے ہونے لگے، آپ نے فرمایا اپنی جگہ رہو، آپ وہیں بیٹھ گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر پائی، آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جو تم نے سوال کیا تھا جب تم سونے کے لئے لیٹو تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر اور ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۳ بار سبحان اللہ کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے جس کا سوال تم نے مجھ سے کیا تھا۔[1]

ایک دوسری روایت میں اسی واقعہ کے ساتھ یہ بھی آتا ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ سے فرمایا کہ خدا کی قسم اس حالت میں کہ اہلِ صُفّہ کے پیٹ بھوک سے پیٹھ سے لگ گئے ہیں میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا، میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں، میں ان کو فروخت کر کے ان کی آمدنی اہلِ صُفّہ پر خرچ کروں گا۔[2]

یہ نبوی مزاج (جو تمام انبیاء میں مشترک رہا ہے) آپ کے اس جملہ سے[3] ظاہر ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا "انّا معشر الأنبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ" (ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ اور عام مسلمانوں کا حصہ ہے۔)

اتنا ہی نہیں آپ نے قیامت تک کے لئے اپنے تعلق والوں (آلِ محمد صلعم) کے لئے ایثار و قربانی اور زُہد و قناعت کی زندگی پسند فرمائی، اور اس کو ان کے لئے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[2] روایت احمد فتح الباری جلد ۷، ص ۲۳۳-۲۴۴ [3] صحیح بخاری و سنن ابی داؤد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خدا سے مانگ گئے، آپ کی دعا تھی "اللھم اجعل رزق آل محمد قوتاً"[1] (اے اللہ آل محمد کا رزق بقدر ضرورت ہو۔)

اسلام میں ذاتی سعی و صلاحیت پر نجات و ترقی کا انحصار

ایسی حالت میں اس کا کیا امکان تھا کہ آپ نے اپنے خاندان والوں کے لئے موروثی ریاست و حکومت کا انتظام فرما دیا ہو، اور خلافت و امامت[2] کو ان میں محدود و محفوظ فرما گئے ہوں[3]، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس دین کی عمومیت، انسانی مساوات کے اسلامی اصول اور "إنّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کے واضح اعلان کے باقی رکھنے اور امت محمدیہ کے تمام افراد کو ہر زمانہ میں اپنے عمل، اپنی کوشش اور اپنے علم و اخلاص، صلاحیتوں کے بقدر اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب روحانی اور مناصب دنیاوی تک پہونچنے کے امکانات کو روشن کرنے اور امت میں جذبۂ عمل و مسابقت پیدا کرنے کے لئے یہی مناسب تھا کہ آپ اہل بیت اور اپنی ذریت کے لئے علم و عمل اور سعی و جہد کا

---

[1] صحیح بخاری (کتاب الرقاق) صحیح مسلم (کتاب الزہد)۔ [2] فرقہ اثنا عشریہ کے یہاں امامت کا جو وسیع مفہوم اور اس کے جو حدود و اختیارات ہیں، ان کا ذکر آگے آئے گا۔

[3] فرقہ اثنا عشریہ کے نزدیک حضرت علیؓ وصی اور نصِ رسول اور قرآنی آیات کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اول، خلیفۂ بلافصل اور امام معصوم تھے کہ امام کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی اور ان سب کا اہل بیت سے ہونا ضروری ہے، اللہ کی حجت اپنی مخلوق پر اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ امام نہ ہو اور اس کا علم نہ ہو جائے، ان اماموں کا پہچاننا، اور ماننا شرط ایمان ہے۔ (ملاحظہ ہو رجال کشی ص۵۸، اصول کافی ص۱۰۴)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میدان کھلا رکھیں، اور امت کے کان میں ہر زمانہ میں قرآن کی لگائی ہوئی یہ صدا آتی رہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ	اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت
وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ	کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور
وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ	زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے)
(سورۃ آل عمران - ۱۳۳)	ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ انسان کی کامیابی، ترقی اور فلاح کا انحصار اس کی ذاتی سعی پر ہے:-

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ	اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی
وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝	وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝	کوشش دیکھی جائے گی، پھر اس کو
(سورۃ النجم - ۳۹-۴۱)	اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور یہ کہ کوئی انسان قیامت میں کسی دوسرے انسان کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار اور جواب دہ ہے:-

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ	اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ
(سورۃ الانعام - ۱۶۴)	نہیں اٹھائے گا۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آپؐ نے اپنے قبیلہ خاص بنی عبد مناف اور اس میں سے بھی قریب ترین اور عزیز ترین خاندانی افراد میں سے ایک ایک کا نام لے کے فرمایا کہ میں اللہ کے معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، یہاں جو کچھ لینا ہو مجھ سے لے لو[1]۔

---

[1] یعنی وہاں اپنا ذاتی عمل و سعی ہی کام آئے گا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم	اے بنی عبد مناف! میں اللہ کے معاملے
من اللہ شیئاً ویا صفیۃ	میں تمہاری مدد نہیں کر سکوں گا اور
عمۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ	اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں اللہ
وسلم) لا أغنی عنک من اللہ	کے معاملے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گا
شیئاً، ویا فاطمۃ بنت محمد	اور اے فاطمہ بنت محمدؐ! مجھ سے میرے
(صلی اللہ علیہ وسلم) سلینی	مال میں سے جو چاہے مجھ سے مانگ لو مگر اللہ
ما شئت من مالی لا أغنی عنک من اللہ شیئاً[1]	کے معاملے میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔

بلکہ آپ نے یہ کہہ کر اس پر مہر نبوت ثبت کر دی کہ "مَن بطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ" (جو اپنے عمل کے لحاظ سے پیچھے رہ گیا اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا)

خلفاء کی ترتیب اور اہل بیت کے ساتھ خدا کا معاملہ عظیم حکمتوں پر مبنی تھا

ہمارے نزدیک نہ یہ اتفاقی واقعہ تھا نہ کسی سازش اور منصوبہ بندی کا نتیجہ کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسند خلافت پر آپ کے خاندان کے کسی فرد کے بجائے (جو بلاشبہ اعلیٰ انسانی اوصاف و کمالات کا حامل تھا) قریش کی ایک دوسری شاخ (بنو تیم) کا ایک فرد (ابوبکر صدیقؓ) مسلمانوں کے عام انتخاب و پسندیدگی کے مطابق متمکن ہوا جو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں سے نہ تھا، تاکہ پہلے ہی مرحلہ میں یہ بات ذہنوں میں راسخ اور عالم آشکارا ہو جائے کہ اسلام کوئی وراثتی نظام اور خاندانی مسئلہ نہیں ہے، اس میں خلافت و امامت کا انحصار قابلیت، خدمات اور

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر، باب "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مسلمانوں کی عام پسندیدگی اور فیصلہ پر ہے۔

پھر راقمِ سطور کے نزدیک یہ بھی محض کسی اتفاق یا مجبوری کی بات نہیں تھی کہ اس کے بعد بھی صدیوں تک بنی ہاشم کے ساتھ خدا اور امت کا یہی معاملہ رہا کہ وہ محض اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ، ایثار و قربانی، حمیّت اور اولوالعزمی کے ذریعہ امت محمدیہؐ کے اعزاز و اکرام کے مستحق اور علمی و دینی امامت و قیادت پر فائز ہوتے رہے، اور امت ان کی خدمت میں اپنی عقیدت و محبت کا خراج پیش کرتی رہی، انھوں نے متعدد بار نازک ترین موقعوں پر امت کی مدد کی، دشمنانِ اسلام کے خلاف صف آرا ہوئے، اور اپنی سچی روحانیت اور بلند عزیمت کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں نئی روح اور نئی توانائی پیدا کر دی[1] "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ"

قرآن کی صحت و محفوظیت پر نصوص قرآنی

۳۔ نمبر ۲ میں ہم نے یہ کہا تھا کہ نبوت دائمی کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ اس آخری پیغمبر پر جو آخری آسمانی صحیفہ نازل ہوا اور جو اس کے دین کی اساس اور اس کی دعوت و تعلیمات کا سرچشمہ اور مخلوق کو خالق سے مربوط کرنے کا دائمی ذریعہ ہے، وہ اپنے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیدنا حسینؓ شہید کربلا کے بعد سے ان مردانِ کار، روحانی پیشواؤں اور مجددینِ اسلام کے سیر و سوانح جن کا تعلق خاندان سادات اور اہل بیت سے تھا، جنھوں نے بڑے نازک موقعہ پر امت کی مدد کی، بیشتر اسلامی ممالک کی تاریخ ان کے کارناموں سے آراستہ و مزیّن ہے، اور مسلمان اس کے معترف اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایک ایک حرف و نقطہ کے ساتھ محفوظ، قابل فہم اور انسانی دسترس میں ہو، جس کی قراءت و تلاوت، حفظ و استحضار اور تفہیم و تعلیم کا سلسلہ ہر زمانہ میں جاری ہو، اور اس میں صحف سابقہ کی طرح نہ تحریف عمل میں آئی ہو اور نہ وہ کسی طبقہ، خاندان یا نوادر و مخطوطات کے کتب خانہ میں آثار قدیمہ یا خاندانی دستاویزات و سندات اور وصیت ناموں کی طرح محفوظ ہو، اور خاص خاص لوگوں کو دکھایا جاتا ہو، اور وہی اس سے واقف ہوں۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید کی تصریحات بہت واضح اور قطعی ہیں، نزول قرآن کے وقت جب جبریل امینؑ اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچا رہے تھے، اور آپ اس کو قلب مبارک میں فوراً محفوظ کرنے اور پھر اس کو بقیہ دوسروں تک پہونچانے کے لئے فکرمند تھے، یہ وعدہ فرمایا گیا کہ:-

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝	اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝	ذمہ ہے، جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝	(اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح
(سورۃ القیمۃ - ۱۷-۱۸-۱۹)	پڑھا کرو، پھر اس (کے) معانی کا بیان
	بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اس میں سینۂ مبارک میں محفوظ ہونے، پھر بے کم و کاست اس کی تلاوت کر سکنے، پھر اس کی توضیح و تشریح کا انتظام ہونے اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری ہونے کی ذمہ داری لی گئی ہے، پھر جب قرآن شریف لوگوں تک پہونچ گیا، پھر کسی نے اس کو کلاً کسی نے جزءً احفظ کیا، اس کو اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا، پھر غزوات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور جنگیں پیش آئیں مسلمان دنیا کے ممالک میں منتشر ہوئے اور زمانہ میں انقلابات پیش آئے تو اس کا ذمہ لیا گیا کہ یہ قرآن مجید اپنے الفاظ کے ساتھ قیامت تک محفوظ رہے گا، فرمایا گیا:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ	بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے
لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ الحجر۔۹)	اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

غیر مسلم مورخین و فضلاء کی شہادتیں

قرآن مجید کی محفوظیت کے اس عقیدہ پر (سوائے فرقہ اثنا عشریہ کے) تمام قدیم و جدید مسلمانوں کا اتفاق ہے، ہمیں یہاں ائمۂ اسلام، مشاہیر علماء اور مسلم فضلاء کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ اہل سنت کے نزدیک جزء ایمان اور ان کا متفق علیہ عقیدہ ہے[1]، ہم یہاں غیر مسلم فضلاء اور خاص طور پر عیسائی مصنفین اور مورخین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یہ اعتراف موجود ہے کہ:۔

"قرآن روئے زمین پر سب کتابوں سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے"[2]

مستشرقین اور یورپی محققین جو قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوا، وہ بھی مذکورہ بالا خیال سے

---

[1] قرآن مجید کی حفاظت و کتابت و نشر و اشاعت کے بارے میں تفصیلات مستند عربی کتابوں میں دیکھی جائیں جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، اردو خواں حضرات پروفیسر سید نواب علی صاحب کی محققانہ کتاب "تاریخ صحف سماوی" کا مطالعہ کریں۔ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا عنوان "قرآن"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

متفق ہیں، سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) جو پیغمبر اسلام کے متعلق اپنے تعصب کے لئے مشہور تھے، جس کے سبب ہندوستانی مسلمانوں کی نئی تعلیم کے علمبردار سرسید احمد خاں کو ان کی کتاب "LIFE OF MOHAMMAD" کے جواب میں خطبات احمدیہ لکھنی پڑی تھی، وہ مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:-

"حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ربع صدی کے بعد اندر ہی ایسے شدید مناقشات اور فرقہ بندیاں پیدا ہوئیں جن کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے، اور یہ اختلاف آج بھی باقی ہے، لیکن ان سب فرقوں میں قرآن ایک ہی ہے، ہر زمانہ میں تواتر کے ساتھ ان سبھی فرقوں کا ایک ہی قرآن پڑھنا اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ آج ہمارے سامنے وہی صحیفہ ہے، جو اس بدقسمت خلیفہ کے حکم سے[1] تیار کیا گیا تھا، شاید پوری دنیا میں کوئی دوسری ایسی کتاب نہیں جس کی عبارت بارہ[12] صدیوں تک اس طرح بغیر تبدیلی کے باقی رہی ہو، قرآن میں قراءت کا اختلاف حیرت انگیز طور پر بہت کم تعداد میں ہے، یہ بھی ان اعراب کی وجہ سے ہے جو بہت بعد کے زمانہ میں لگائے گئے تھے[2]"

وھری (WHERRY) اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:-

"تمام قدیم صحیفوں میں قرآن سب سے زیادہ غیر مخلوط اور خالص (PUREST)[3] ہے"

---

[1] معذرت کے ساتھ مصنف کا اشارہ ان کی شہادت کی طرف ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے ایک سعادت اور نعمت ہے

[2] SIR WILLIAM MUIR. "LIFE OF MOHAMMAD" (1912) P. XXII/XXIII

[3] COMMENTARY OF THE QURAN VOL. I 349

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لین پول کہتا ہے (LANE POOLE) :-

"قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے ہر حرف جو ہم آج پڑھتے ہیں اس پر یہ اعتماد کر سکتے ہیں کہ تقریباً تیرہ[۱۳] صدیوں سے غیر مبدّل رہا ہے[۱]"

باسورتھ اسمتھ لکھتا ہے :-

"ہم ایک کتاب (قرآن) رکھتے ہیں جو اپنی اصلیت میں اپنے محفوظ رہنے میں اپنے مضامین کی بے ترتیبی میں بالکل یکتا ہے لیکن اس کی جوہری صداقت میں کوئی شخص کبھی شبہ نہ کر سکا[۲]"

پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب (ISLAMIC FAITH) میں لکھتا ہے :-

"قرآن مجید کا متن محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں[۳]"

پروفیسر فلپ ہٹی (PHILIP HITTI) کہتا ہے کہ :-

"قرآن مجید میں بلا شک و شبہ محمد صلعم کے الفاظ ہیں[۴] جن میں نہ کوئی اضافہ ہوا نہ کمی ہوئی[۵]"

اس سے بھی زیادہ شہادتیں اور اعترافات پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

۱ SELECTION FROM THE QURAN P. C.

۲ BOSWORTH OP. CIL, P. 22 ۳ ISLAMIC FAITH. P. 9

۴ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں کلام الٰہی کا جو تخیل مسلمانوں کے یہاں ہے یعنی معنی اور الفاظ دونوں اللہ کی طرف سے ہوں وہ نہیں پایا جاتا۔ وہ بے تکلف اپنے صحف مقدسہ کے سلسلہ میں مصنفین کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

۵ P. K. HITTI. "HISTORY OF THE ARABS" P. 123

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قرآن مجید کے بارے میں فرقہ اثنا عشریہ کے عقائد و بیانات

اب اس کے بالمقابل فرقہ اثنا عشریہ کے قرآن کے بارے میں اقوال کا جائزہ لیجئے، وہ قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں اور اس پر تقریباً ان کا اتفاق ہے[1]، علامہ نوری طبرسی نے قرآن کے محرّف ہونے کے ثبوت میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی جس کا نام "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الأرباب"[2] انھوں نے لکھا ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں ہیں، جو یہ بتلاتی ہیں کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی، اور ہر طرح کی تحریف ہوئی[3]، فرقہ اثنا عشریہ کے خاتم المحدثین اور مذہب شیعہ کے ترجمان اعظم علامہ باقر مجلسی کے زمانہ یعنی دسویں و گیارہویں صدی ہجری بلکہ اس کے بعد تک بھی شیعہ علماء و مصنفین پورے ادّعا کے ساتھ یہی کہتے اور لکھتے رہے کہ موجودہ قرآن میں تحریف، تغیّر، تبدّل اور کمی بیشی ہوئی ہے[4]، ناظرین کی نظر سے امام خمینی کی یہ عبارت گذر چکی ہے کہ :-

آں آیات را از قرآن بردارند	(صحابہ کے لئے آسان تھا کہ) ان آیات
وکتاب آسمانی را تحریف کنند و برآرند	کو قرآن مجید سے نکال دیں اور کتاب
ہمیشہ قرآن را از نظر جہانیاں	آسمانی میں تحریف کریں اور ہمیشہ کے لئے

---

[1] اس اتفاق و اجماع سے صرف چار[4] اشخاص (صدوق[1]، شریف مرتضیٰ[2]، ابو جعفر طوسی[3]، ابو علی طبرسی[4]) کا استثناء کیا گیا ہے لیکن ان میں سے بعض کا رجوع ثابت ہے اور بعض کے متعلق (اہل تشیع کے اصول تقیہ کی روشنی میں) اس شبہ کی گنجائش ہے کہ انھوں نے یہ بات از راہ تقیہ کہی ہو [2] یہ کتاب پاکستان میں چھپ گئی ہے [3] فصل الخطاب ص ۲۲۷ [4] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" از مولانا محمد منظور نعمانی ص ۱۵۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیند از زندہ[1]۔ — قرآن کو دنیا والوں کی نگاہ سے مستور بنا دیں۔

اس کے آگے لکھتے ہیں:-

ہمہ عیبے راکہ مسلماناں بکتاب — تحریف کا وہ عیب جو مسلمان یہود
یہود و نصاریٰ می گرفتند عیناً — و نصاریٰ پر لگاتے ہیں ان صحابہ پر
برائے خود اینہا ثابت شود[2]۔ — ثابت ہے۔

"اصول کافی" میں جو حضرات شیعہ کے یہاں معتبر ترین کتاب ہے، ان آیات کی مثالیں دی گئی ہیں جن میں سے پوری پوری آیتیں نکال دی گئی ہیں اور تحریف کی گئی ہے[3]، بلکہ یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن کا تقریباً دو تہائی حصہ غائب کر دیا گیا ہے، اس کی تعداد ستر ہزار آیتیں تھیں[4]، ان کا اعتقاد ہے کہ اصل قرآن وہ ہے، جو حضرت علیؓ نے مرتب فرمایا تھا، وہ امام غائب کے پاس ہے اور موجودہ قرآن سے مختلف ہے[5]، بعض ائمہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہؓ ہے جو موجودہ قرآن سے سہ گنا ہے[6]۔

قرآن مجید کے ساتھ بے اعتنائی

ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرات شیعہ کو اس قرآن مجید سے جو امت محمدیہ عالم اسلام میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے

---

[1] کشف الاسرار ص ۱۱۴ — [2] ایضاً — [3] ملاحظہ ہو اصول کافی ص ۲۶۳-۲۶۴-۲۶۶-۲۶۷

[4] "اصول کافی" ص ۲۷۱ — [5] ایضاً — [6] ایضاً ص ۱۶۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لے کر جنوب تک تلاوت کرتی ہے اور جس کے حفاظ کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے اور جن سے کوئی کوردہ اور بدقسمت مقام ہی خالی ہوگا، رمضان المبارک میں چھوٹی سی چھوٹی مسجد میں تراویح میں ایک ایک دو دو بار ختم ہوتے ہیں، عملاً کوئی وابستگی اور دلچسپی نہیں، یہ مشہور بات ہے کہ شیعوں میں حفاظ نہیں ہوتے اور قرآن مجید کی اصلیت میں شک ہونے پر نفسیاتی طور پر ایسے ہی ہونا چاہئے، راقم سطور کو اپنے سفر ایران (۱۹۷۳ء) میں خود اس کا تجربہ ہوا، دنیائے اسلام میں کسی دور دراز مقام پر بھی کوئی چھوٹا موٹا جلسہ ہو، کوئی ایسا قاری مل جاتا ہے جو اپنے حفظ سے قرآن مجید کا کوئی رکوع یا سورہ سنائے، راقم سطور کو جو ایک مؤقر وفد کی قیادت کر رہا تھا، اور اس کے رفقاء کو ایک نامور ممتاز شیعہ عالم و مجتہد (جو آیت اللہ العظمیٰ کے لقب سے ملقب تھے) کے دولت خانہ پر جو قریں تعل تہران میں واقع ہے استقبالیہ دیا گیا، جلسہ کا آغاز ان کے صاحبزادہ نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر اور اس سے کچھ آیتیں پڑھ کر کیا، قم اور مشہد کی مساجد و مشاہد میں قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آتی تھی، وہ عام طور پر مصری قاریوں کے کیسٹ ہوتے تھے، اسی بناء پر اثنا عشری کتب خانہ میں قرآن مجید کی خدمت کے وہ آثار اور نمونے نہیں ہیں جن سے عام اسلامی ملکوں کے کتب خانے مالا مال ہیں۔

منکرین کے لئے حجت

ایسی صورت میں مسلمان اس عقیدہ کے ساتھ دنیا کو اپنے دین کی دعوت اور قرآن مجید کو اپنی صداقت اور اپنی دعوت و تعلیمات کی صحت و فضیلت کی سند

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے طور پر کیسے پیش کر سکتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی یہ تصویر جو اس عقیدہ کے ساتھ ابھرتی ہے اس میں کتنی دل کشی اور زیبائی اور ان لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے یا اس کے مطالعہ پر آمادہ کرنے کی (جو اس کے دائرہ سے باہر ہیں) کتنی صلاحیت پائی جاتی ہے؟ کیا دنیا کو (تحریف قرآن کے اس دعوے کے بعد) مسلمان داعی سے یہ کہنے کا حق نہیں کہ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیِ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

ائمہؑ کی تعریف اور ان کے اوصاف "وحدت نبی" اور "ختم نبوت" کے منافی

۴۔ چوتھی اور آخری چیز جس کو ہم نے نبوت دائمی اور "امت خالدہ" کے لئے شرط قرار دیا تھا، وہ یہ تھی کہ نبی ہی کی ذات مرکز ہدایت اور امت کی قلبی وابستگی اور ذہنی سپردگی کا محور ہو اور عقیدۂ وحدانیتِ الٰہی کے ساتھ (جہاں تک نبی کی ذات و شریعت کا تعلق ہے) وہ وحدت مطاع و شارع کی بھی حامل ہو، اس موقعہ پر علامہ اقبالؒ کے یہ الفاظ بڑے معنی خیز و فکر انگیز ہیں جو انھوں نے قادیانیت پر تنقید کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں لکھے :-

"ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا، لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم کی شخصیت کا مرہون منت ہے ..... مسلمان ان تحریکوں کے مقابلہ میں زیادہ حساس ہیں جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں، اس لئے کہ اسلامی وحدت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ختم نبوت سے ہی اُستوار ہوتی ہے"[1]

اب امامت کے بارے میں فرقۂ اثنا عشریہ کے عقائد و اصول پر ایک نظر ڈال لیجئے، جو ہم "اصول کافی" سے اخذ و اقتباس کر کے نقل کرتے ہیں[2]، اثنا عشری حضرات کے نزدیک نبی کے جانشین، خلیفہ، امام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوئے، وہ نبی ہی کی طرح معصوم، مُفترض الطاعۃ ہوتے ہیں، ان کا درجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر اور سب نبیوں سے بالاتر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حُجّت اپنی مخلوق پر بغیر امام کے قائم نہیں ہو سکتی، یہ بات اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کا علم نہ ہو جائے، امام کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی، اماموں کا جاننا پہچاننا شرط ایمان ہے، ائمہ کی اطاعت رسولوں ہی کی طرح فرض ہے، ائمہ کو اختیار ہے جس چیز کو چاہیں حلال اور جس چیز کو چاہیں حرام قرار دے دیں، ائمہ انبیاء ہی کی طرح معصوم ہوتے ہیں، ائمہ معصومین کو ماننے والا اگر ظالم، فاسق فاجر بھی ہے تو جنتی ہے ——— ائمہ کا درجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر اور ساری مخلوق اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام سے برتر و بالاتر ہے، ائمہ کو ماکان ومایکون کا علم حاصل تھا، ائمہ کے سامنے بندوں کے دن رات کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ائمہ کے یہاں دن رات فرشتوں کی آمد و رفت جاری ہے، اور ہر شب جمعرات میں ان کو معراج ہوتی ہے، ائمہ پر ہر سال شبِ قدر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب نازل ہوتی ہے، موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے، اور وہ دنیا و آخرت کے

---

[1] حرف اقبال، ص ۱۳۲-۱۳۶ [2] ملاحظہ ہو "اصول کافی" ص ۱۰۳-۲۵۹۔ "و شرح اصول کافی" دوم ص ۲۳۹ ہر جزء کا حوالہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی کتاب "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مالک ہیں جس کو چاہیں دے دیں اور بخشدیں۔

قدیم ایران کے عقائد کا پرتو

اس غالی عقیدۂ امامت میں جس کے حدود نسل و نسب پرستی سے آگے بڑھ کر تقدیس و تالیہ تک پہونچ جاتے ہیں، قدیم ایران کے عقائد کا پرتو پایا جاتا ہے، ایران میں (ماقبل اسلام) دینی سیادت و قیادت کسی خاص قبیلہ میں مرکوز ہوتی تھی، قدیم زمانہ میں دینی پیشوائی اور حکمرانی قبیلۂ میڈیا میں مرکوز تھی، زردشت کے ایران پر اثر اور زردشتی مذہب کے غلبہ کے بعد یہ پیشوائی قبیلۂ المغان کی طرف منتقل ہوگئی، پروہتوں کے طبقہ (PRIEST CLASS) کے بارے میں اہلِ ایران کا عقیدہ تھا کہ وہ زمین اور اہلِ زمین پر سایۂ خداوندی (ظلّ اللہ) ہیں، وہ معبودوں کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، حکمراں کا اس قبیلہ سے ہونا ضروری ہے، اس میں ذات الٰہی مجسّم ہوجاتی ہے، آتش کدہ (بیتُ النّار) کے انتظام اور مجاوری کا منصب تنہا اسی قبیلہ کا حق ہے[1]۔

عصر حاضر کے مشہور مصری فاضل و محقق ڈاکٹر احمد امین نے اپنی مشہور کتاب "ضحی الاسلام" جلد ثالث میں شیعوں کے اپنے ائمہ کے بارے میں عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"ایرانیوں میں سے ایک بڑی تعداد نے تشیّع اس لئے قبول کیا کہ ایرانی شہنشاہی کے زمانے میں حکمراں خاندان کی تعظیم و تقدیس ان کی گھٹی میں

---

[1] ملاحظہ ہو مذہب زردشتی کی تاریخ کی کتابیں، نیز ایران قدیم کی کتب تاریخ و مذہب۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پڑی ہوئی تھی، ان کا عقیدہ تھا کہ حکمرانوں کی رگوں میں جو خون دوڑتا ہے وہ رعیت و جمہور کے خون کی جنس سے نہیں ہے، جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نظر سے دیکھا جیسے وہ اپنے شہنشاہ کسریٰ کو دیکھتے تھے، اور آپ کے خاندان کے لوگوں کو اس نظر سے جس سے حکمراں خاندان کو دیکھنے کے عادی تھے۔

جب پیغمبرؐ نے اس دنیا سے رحلت کی تو ان کے نزدیک قدرۃً آپؐ کی جانشینی کے حقدار آپؐ کے خاندان ہی کے لوگ ہو سکتے تھے۔"[1]

امام غائب کا عقیدہ

امامت اور ائمہ کے بارے میں ان غالیانہ خیالات و عقائد کا جو ان کو مشارکت فی النبوت پھر مشارکت فی الالوہیت کی حد تک پہونچا دیتے ہیں، اور ان کو مافوق البشر ہستی قرار دیتے ہیں، نقطۂ ارتقا (CLIMAX) فرقہ اثنا عشریہ کے امام غائب کا عقیدہ ہے جو بارہویں امام ہیں، ان کی پیدائش و غیبت، اس وقت تک ان کی حیات اور ہدایت و رہنمائی کا عقیدہ عقل و قیاس اور خدا کے قانون تکوینی و تشریعی سے بے نیاز ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ گیارہویں امام حسن عسکری کی وفات سے دس دن پہلے ان کے صاحبزادہ پورے سامان امامت اور خاندان کے ورثہ کے ساتھ شہر "سُرَّ مَنْ رَأَی" کے غار میں روپوش ہو گئے، وہ ابھی تک وہاں زندہ سلامت موجود ہیں اور قیامت تک زندہ اور روپوش رہیں گے، اور جب وہ وقت آئے گا جو ان کے

---

[1] ضحی الاسلام ج ۳/ ص ۲۰۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ظہور کے لئے مناسب ہے تو اس وقت غار سے برآمد ہوں گے اور ساری دنیا میں اسلام کی حکومت ہو گی۔[1]

بات یہیں پر جا کر ختم نہیں ہوتی، امام غائب کی ایک غیبت صغریٰ بھی تھی جس میں ان کے پاس رازدارانہ طور پر ان کے سفراء اور حاملین پیغام کی آمد و رفت رہتی تھی، اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور مشہور کر دیا گیا کہ اب غیبت صغریٰ کا دور ختم ہو کر غیبت کبریٰ کا دور شروع ہو گیا، اب صاحب الزمان کے ظہور تک کسی کی ان تک رسائی نہ ہو سکے گی۔[2]

ائمہ کے بارے میں علامہ خمینی کا مسلک و عقیدہ

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ علم تحقیق، فکر و مطالعہ اور عالم اسلام اور جماعت مسلمین سے ربط و تعلق اور ایک عام دعوت انقلاب سے بیشتر کی باتیں ہیں جب فرقہ اثنا عشریہ کی بنیاد غلو اور انتہا پسندی پر تھی اور وہ اپنے دائرہ کے اندر محدود تھا، اب اس وقت کا کوئی پڑھا لکھا شیعہ، روح و مقاصد اسلام سے واقف اور ملت کا درد رکھنے والا داعی ایسی ناقابل یقین باتیں نہیں کہہ سکتا تو ہم یہاں پر امام خمینی کی اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں، ص۵۲ الولایۃ التکوینیۃ کے عنوان کے تحت حسب ذیل عبارت آئی ہے، جو ہم بلفظہٖ نقل کرتے ہیں:-

فان للإمام مقاما محمودًا ودرجة	امام کو مقام محمود، درجۂ عالی اور ایسی
سامية وخلافة تكوينية تخضع	خلافت تکوینی حاصل ہوتی ہے جس کی

---

[1] ملاحظہ ہو "اصول کافی" ص۲۰۲-۲۰۷ [2] ملاحظہ ہو "احتجاج طبرسی" ص۲۳۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ولايتها وسبطرتها جميع ذرات هذا الكون، وان من ضروريات مذهبنا ان لأئمتنا مقاماً لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل، وبموجب ما لدينا من الروايات والأحاديث فإن الرسول الأعظم (ص) والأئمة (ع) كانوا قبل هذا العالم انواراً فجعلهم الله بعرشه محدقين وجعل لهم من المنزلة والزلفى ما لا يعلمه الا الله[1].

عظمت اور غلبہ کے سامنے کائنات کے تمام ذرّے سرنگوں ہوتے ہیں ہمارے دین کے قطعی الثبوت مسائل میں سے یہ ہے کہ ہمارے اماموں کو وہ مقام حاصل ہے جس کو نہ کوئی مقرب فرشتہ پہونچ سکتا ہے نہ نبی جس کی بعثت ہوئی اور ہماری روایات واحادیث کے بموجب رسولِ اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام اس عالم سے پہلے انوار (روشنیاں) تھے، اللہ نے ان کو اپنے عرش کا احاطہ کرنے والا بنادیا، اور ان کو ایسا مرتبہ وقرب عطا فرمایا جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

علامہ خمینی امام غائب اور ان کے ظہور کے اسی طرح قائل ہیں جیسے فرقہ اثنا عشریہ کے دوسرے علماء ومصنفین، ان کے نزدیک امام غائب کی غیبوبت پر اگرچہ ایک ہزار سال سے زائد مدت گزر چکی ہے لیکن ممکن ہے کہ ابھی اسی طرح ہزاروں سال اور گزر جائیں[2]۔

---

[1] الحکومۃ الإسلامیۃ ص۵۲ یہ کتاب براہ راست ایران سے آئی، وہ کتاب خانہ بزرگ اسلامی کی مطبوعہ ہے اور وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ [2] ایضاً ص۷۶-۷۷

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک اہم مکاشفہ

امامت کے بارے میں ان مشرکانہ عقائد کو سامنے رکھ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا یہ مکاشفہ و مکالمہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے جو ان کو عالمِ مراقبہ میں حاصل ہوا، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی طور پر فرقۂ شیعہ کے متعلق دریافت کیا مجھے جواب ملا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ "امام" سے سمجھا جا سکتا ہے" شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب اس روحانی مراقبہ کی کیفیت ختم ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ واقعی "امام" ان حضرات کے نزدیک وہ معصوم ہستی ہے جس کی طاعت فرض ہے اور جس پر باطنی وحی آتی ہے اور حقیقت میں یہی نبی کی تعریف ہے اس لئے ان کا مذہب ختمِ نبوت کے انکار کا مستلزم ہے[1]

ایک آفتابِ عالم تاب باقی سب تابندہ ذرّات

جہاں تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے آپ کی ذات کے ساتھ صرف ضابطہ و قانون کا تعلق کافی نہیں روحانی و جذباتی تعلق اور ایسی گہری و دائمی محبت مطلوب ہے جو جان و مال اور اہل و عیال کی محبت پر فوقیت لے جائے اور خدا کے بعد کسی کی شخصیت آپؐ کے سامنے (چاہے وہ آفتاب و ابدال ہوں چاہے کملاء و فضلائے اہلِ بیت)

---

[1] الدرّ الثمین فی مبشّرات النبی الامین ص ۴-۵ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہ جچے، اور اس پر اقبال کے الفاظ میں یقین ہو کہ آپ نے ؎

غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

آپؐ آفتاب عالم تاب ہیں، اور صحابۂ کرامؓ ہوں یا افرادِ اہلِ بیت، ائمہ مجتہدین ہوں کہ مصلحین و مجدّدین، بانیانِ سلطنت ہوں یا داعیانِ انقلاب، سب ذرّات ہیں جو اس آفتاب عالم تاب کی روشنی سے روشن ہوئے اور خاک سے اکسیر اور لوہے سے پارس بن گئے، بقول شاعر ؎

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

حضرات شیعہ کے یہاں منقبت و نعت میں آمد و آورد کا فرق

لیکن امامت و امام کے بارے میں یہ عقائد اس سے نہ صرف یہ کہ غیر مطابق بلکہ متضاد و متحارب ہیں، اُن کا قدرتی یا نفسیاتی نتیجہ ہے کہ حضرات شیعہ کے قلم سے نہ کوئی پُر اثر اور طاقتور سیرت کی کتاب نکلتی ہے، نہ ان کے شعرائے باکمال کی زبان سے نعت میں وہ سوز و ساز اور وہ دل کی آواز نظر آتی ہے جو مراثی و مناقب اہل بیت میں، اور واقعہ کربلا کی تصویر کشی اور سلوی میں ملتی ہے، نہ ان کے یہاں کوئی ایسا نعت گو شاعر پیدا ہوا جس کو اگر قدسی اور جامی کے سامنے نہیں تو امیر مینائی، الطاف حسین حالی، محسن کاکوروی، محمد اقبال اور ظفر علی خاں کے سامنے رکھا جا سکے، اور یہ بات بالکل قرین قیاس، اور قابل فہم ہے، راقم سطور نے اپنے سفرنامہ "دریائے کابل سے دریائے یرموک تک" میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے :۔

"حضرات ائمہ اہل بیت ہمیشہ تاریکی میں مینارۂ نور، اور ہدایت و رہنمائی کے امام رہے ہیں، اس میں کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا، لیکن ہمارا احساس یہ ہے کہ شیعہ حضرات کا ان ائمۂ اہلِ بیت سے اتنا غیر معمولی جذباتی تعلق، اور اہلِ بیت کی محبت میں حد سے بڑھا ہوا انہماک عقل و جذبات اور ضمیر پر غالب آگیا ہے، اور ہمارا تأثر یہ ہے کہ اس شیفتگی و شغف نے اس تعلق و محبت کو کسی حد تک مجروح اور کمزور کر دیا ہے، جو نبوتِ محمدیؐ اور ذات نبویؐ کے ساتھ ہر مسلمان کا ہونا چاہیئے، جس کی وجہ سے اہلِ بیت نے عزت و شرف کا مقام حاصل کیا، اور وہ ہماری محبت و تعظیم کے مستحق قرار پائے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اندرونی ربط و تعلق کا ایک حصہ (کوٹا) جو اس ذات گرامیؐ کے ساتھ مخصوص تھا، اس تعلق (اہلِ بیت کے کوٹے) میں داخل ہو گیا۔

چنانچہ ایران کے اخیر دور کے نعتیہ کلام میں (جس کی کچھ زیادہ مقدار نہیں ہے) وہ جوش و خروش، طبیعت کی روانی اور مضامین کی آمد نہیں ہے جو ان نظموں میں نظر آتی ہے، جو مناقب اہل بیت، مرثیے، اور خاص طور پر سیدنا علی مرتضیٰؓ اور حضرت حسینؓ کی مدح و توصیف اور مصائب اہلِ بیت کے بیان میں کہی گئی ہیں، یہ فرق شیعہ حضرات کے یہاں ہر جگہ نعت نبویؐ، اور اہلِ بیت کی مدح و توصیف کے درمیان دیکھا جا سکتا ہے، اردو میں انیس و دبیر کے مرثیے پڑھیئے، اور اس کا خود ان کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور دوسرے شعراء کے نعتیہ کلام سے مقابلہ کیجئے، جو ان کے ہم مسلک اور ہم مذہب تھے، دونوں میں آمد و آورد، اور اصلی و ضمنی کا فرق محسوس ہوگا، کم و بیش یہی فرق سیرت نبویؐ، اور مناقبِ اہلِ بیت میں پایا جاتا ہے یہی چیز ہم نے ایران میں دیکھی کہ وہاں مشاہد و مقابر سے جو تعلق ہے وہ مساجد سے نہیں معلوم ہوتا، نجف و کربلا، اور عتبات عالیہ کے سفر کا جو شوق ہے وہ حرمین شریفین کی زیارت اور سفرِ حج کے سلسلہ میں نظر نہیں آتا۔

ہو سکتا ہے، ہمارے اثنا عشری بھائیوں میں یہ ردِّ عمل اہلِ سنّت کے بعض علماء اور پُرجوش حضرات کے رویّہ، اور اہلِ بیت کے حقوق کے اعتراف میں کوتاہی سے ہوا ہو، لیکن یہ بات ردِّ عمل سے کچھ آگے بڑھی ہوئی ہے، محبت و عقیدت، جوش و جذبہ اور تقدیس و تعظیم کا جو ہالہ اس روحانی مرکز کے گرد بن گیا ہے، اور اس کی مدح و توصیف میں جس مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے، اس سے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ چیز امامت کو نبوت کا حریف اور اس کی بہت سی صفات و خصوصیات میں شریک و سہیم نہ بنا دے اگر ایسا ہوا تو پوری زندگی کا دھارا ایک ایسے مرکز کی طرف ہو جائے گا، جو افضل الانبیاءؐ خاتم النبیین رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پہلو بہ پہلو پروان چڑھے گا۔[1]

ائمہ اہلِ بیت کی توہین آمیز اور حوصلہ شکن تصویر

ائمہ اہلِ بیت کے بارے میں ایسے غالیانہ عقائد و بیانات کے ساتھ جو ان کو

---

[1] "دریائے کابل سے دریائے یرموک تک" صـ ۱۰۴-۱۰۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مافوق البشر ہستی ثابت کرتے ہیں، اور بعض حیثیتوں سے ان میں بعض صفات اُلوہیت پیدا کر دیتے ہیں، کُتب شیعہ میں ان کی ایسی تصویر پیش کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (خاکم بدہن، مع حضرت علیؓ شیر خدا کے) شجاعت کے جوہر اور اعلان حق کی جرأت سے محروم، خطرات و مخاوف سے لرزاں و ترساں، مسلسل طریقہ پر حق پوشی، مصلحت اندیشی سے کام لینے والے، تقیہ کو نہ صرف ایک وقتی ضرورت اور حفاظتِ خود اختیاری کا ہتھیار سمجھنے والے بلکہ اس کو عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ جاننے والے[1] اور اس سے بضرورت و بلا ضرورت کام لینے والے، امت محمدیؐ کو (تھوڑا سا خطرہ مول لے کر) اصل تعلیمات نبویؐ کے علم سے دور اور اپنے کو تھوڑے سے خطرہ میں ڈال کر دین کو عزت و غلبہ سے محروم رکھنے والے ہیں، ان کتب مناقب و فضائل سے ان ائمہ والاشان کی (أعاذهم الله) جو تصویر سامنے آتی ہے وہ فری میسن (FREE MASON) جمعیۃ اخوان الصفا[2] اور مختلف ملکوں کے خفیہ اور

---

[1] امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے مرید صادق سلمان سے فرمایا "یا سلمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن أذاعہ أذلہ اللہ" (اے سلمان تم ایسے دین پر ہو جو چھپائیگا، اللہ اس کو عزت دے گا، اور جو اس کو پھیلائیگا اللہ اس کو ذلیل کرے گا) خود امام باقر کا ارشاد نقل کیا گیا ہے "ان أحب أصحابی الی أورعهم واتقاهم الکتمهم لحدیثنا" (میرے رفقاء خدام میں مجھے سب سے محبوب وہ ہے اور وہی سب سے زیادہ متقی و فقیہ ہے جو ہمارے کلام کو زیادہ چھپانے والا ہے) "اصول کافی" ص ۴۸۵-۴۸۶ "اصول کافی" میں یہاں تک آیا ہے "دین کا ۹/۱۰ تقیہ ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اس کے پاس دین نہیں (ص ۴۸۲)۔ [2] یہ عہد عباسی میں آزاد فلسفیانہ خیالات رکھنے والوں کی (جن میں ایک تعداد اطباء کی تھی) ایک خفیہ تنظیم تھی، انھوں نے اپنا نام "اخوان الصفا" رکھا تھا (باقی ص ۸۲ پر)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زیرزمین (UNDERGROUND) تنظیموں سے قطعاً مختلف نہیں، اور اس کو پڑھ کر انسان کے دل میں وہ حوصلہ مندی، شانِ عزیمت، اشاعتِ دین اور غلبۂ اسلام کے لئے مہم جوئی اور خطر پسندی کی روح پیدا نہیں ہوتی جس نے اسلام کی چودہ سو برس کی تاریخ میں مختلف تاریک زمانوں اور مایوس کن حالات میں واقعات کا دھارا بدل دیا اور تاریخ کو نیا رخ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا[1]، اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی[2]

اہلِ بیت کی سیرت و کردار تاریخ کے آئینہ میں

خاندانِ نبوت کے افراد، اہلِ بیتِ کرام، سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ اور ان کی اولاد امجاد

(باقی صفحہ ۸۱ کا) چوتھی صدی ہجری میں بغداد ان کا مرکز تھا، یہ مخفی طریقہ پر جمع ہوتے تھے، اور فلسفیانہ مباحث اور آزادانہ خیالات پر تبادلہ خیال کرتے تھے، قانون یہ تھا کہ معین اوقات میں ان کی نشست ہوتی تھی، اس میں کوئی اجنبی آدمی شامل نہیں ہونے پاتا تھا، انھوں نے باون ۵۲ خطوط کی شکل میں اپنے فلسفہ کو مدون کیا ہے، جو "رسائل اخوان الصفا" کے نام سے مشہور ہیں، لکھنے والوں نے اپنے نام مخفی رکھے ہیں، معتزلہ اور ان کے ہم مذاق لوگ ان خطوط کی نقلیں لیتے تھے، اور ان کو مخفی طریقہ پر اسلامی ممالک میں لے جاتے تھے، ۱۸۸۳ء میں لیپزج میں، ۱۸۸۶ء میں بمبئی میں، ۱۸۸۹ء میں مصر میں، ان کی اشاعت ہوئی، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب" تالیف محمد لطفی جمعہ ص ۲۵۳-۲۶۶)

[1] ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد اوّل [2] بالِ جبریل۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اپنی اس نسبت گرامی کے بارہ میں جو ان کو سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے حاصل تھی بڑے غیور و خوددار واقع ہوئے تھے، وہ دوسرے مذاہب اور قوموں کے دینی پیشواؤں کے خاندانوں اور فرزندوں کی طرح جن کو ان مذاہب کے پیرو ہر حال میں عظمت و تقدیس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور ان کے ساتھ مافوق البشر ہستیوں کا سا معاملہ کرتے ہیں، اپنی اس نسبت و نسب سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھاتے تھے، اور "استخواں فروشی" اور مفت خوری سے کوسوں دور رہتے تھے، تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں ان کی خودداری، عزتِ نفس اور استغنا و بے نیازی کے جو واقعات آئے ہیں اُن سے ان کی سیرت و کردار کا جو نقشہ سامنے آتا ہے، وہ دوسرے ادیان و ملل کے اس دینی طبقے (برہمنوں اور پروہتوں) سے بہت مختلف ہے، جن کو پیدائشی تقدس اور عظمت حاصل ہوتی ہے، اور جن کو اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے کسی محنت و کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی، اس سلسلہ کے چند واقعات لکھے جاتے ہیں، جن سے کسی قدر اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سیدنا حسن بن علی کسی ضرورت سے بازار گئے انھوں نے ایک دکان سے کچھ مال خریدنا چاہا، دکاندار نے اس کے اصل دام بتائے پھر کسی کے اشارہ کرنے سے یا کسی قرینہ سے اس کو علم ہو گیا کہ یہ نواسۂ رسول حسن بن علی رضؓ ہیں، اس نے فوراً دام کم کر دیئے اور خصوصی رعایت کرنی چاہی، حضرت حسنؓ مال چھوڑ کر واپس آگئے اور فرمایا کہ میں اپنی نسبت سے یہ فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا کہ میرے ساتھ رعایت کی جائے۔

سیدنا علی بن حسینؓ (زین العابدین) کے رفیق و خادم خاص جُویریہ بن اسماء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہتے ہیں کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کی بنیاد پر کبھی ایک درہم کا بھی فائدہ نہیں اٹھایا، "ما أكل علي بن الحسين بقرابته من رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) درهماً قط۔[1]

یہی سیدنا علی زین العابدین جب سفر کرتے تھے تو اپنے نام و نسب کا اظہار ہونے نہیں دیتے تھے، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اس نسبت سے فائدہ اٹھاؤں اور دوسروں کو فائدہ نہ پہونچاؤں[2] (اور یہ بات سفر میں ممکن نہیں)۔

حضرات اہل بیت اور شیر خدا حضرت علی رضؓ کے ابناء و احفاد اس جوہرِ شجاعت و شہامت سے آراستہ تھے، جو خاندان نبوت کا شعار اور سیدنا علی مرتضیٰ اور حضرت حسین شہید کربلا کی میراث تھی، ان کا عمل عزیمت، جرأت کے ساتھ اعلانِ حق، حفاظتِ دین اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کے سلسلہ میں ہر طرح کے خطرات برداشت کرنے اور اپنے اور اپنے اہل تعلق کے مصائب میں مبتلا ہونے کی پروانہ کرنے پر تھا، سیدنا علی زین العابدین کے صاحبزادے زید بن علی نے ۱۲۲ھ میں خلیفہ اموی ہشام بن عبدالملک بن مروان کی حکومت میں (جو اپنے وقت کی عظیم ترین اور مستحکم ترین حکومت تھی) خروج کیا اور حکومت کی بڑی بڑی فوجوں پر فتح پائی آخر میں شہادت سے سرخرو ہوئے ان کو سولی دی گئی اور چار سال تک مصلوب رہے[3]۔

رجب ۱۴۵ھ میں حضرت حسن کے پرپوتے محمد بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن

---

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۹ ص ۱۰۶ [2] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۲ ص ۴۳۴

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتب تاریخ ابن جریر طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حسن بن علی بن ابی طالب معروف بہ ذوالنفس الزکیہ نے خلیفہ منصور عباسی کے خلاف مدینہ طیبہ میں خروج کیا اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں بصرہ میں منصور کے خلاف علم جہاد بلند کیا اسلام کے دو عظیم ترین فقہی مکاتب مذہب مالکی و مذہب حنفی کے دونوں جلیل القدر اماموں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے ان کی بیعت و حمایت کا فتوی دیا[1] امام ابوحنیفہ نے مالی نذرانہ بھی پیش کر کے اپنی حمایت و نصرت کا اظہار فرمایا، جو بعد میں منصور کے عتاب و سرزنش کا سبب بنا محمد ذوالنفس الزکیہ نے ۱۵ رمضان ۱۴۵ھ کو "احجار الزیت" کے مقام پر جو مدینہ منورہ میں واقع ہے بڑے مردانہ و سرفروشانہ طریقہ پر شہادت پائی اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں کوفہ میں خلعت شہادت زیب تن کیا۔

اندازہ ہوتا ہے کہ ان ساداتِ کرام نے جن کی رگوں میں ہاشمی خون تھا، جب پورے طور پر اس کا اندازہ کر لیا کہ اب خلفاء بنی عباس کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا جن کی حکومت ایشیاء و افریقہ کے وسیع اور متمدن ممالک پر حاوی تھی، اور جن کے زیر سایہ اسلام دور دراز کے ملکوں تک پہونچ رہا تھا، اور مرکز خلافت میں بھی امن و امان قائم تھا، علم دین کی اشاعت ہو رہی تھی اور اسلام کی تعلیمات و نظام کا بہت سا حصہ قائم تھا، انھوں نے کسی ایسی خوں ریزی و انتشار انگیزی سے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی فاضلانہ و محققانہ کتاب "امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی" ص ۳۴۰ تا ۳۴۸ و ص ۴۲۳ تا ۴۳۰، امام ابوحنیفہ نے امام زید بن علی کی بھی علانیہ حمایت فرمائی تھی اور ان کے خروج کو حق بجانب ثابت کیا تھا ایضاً ص ۱۵۱ - ۱۵۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

احتراز کیا، جس سے بظاہر (ان کے خاندان کے پیشرو اصحاب جلادت وفتوت کی کوششوں کی طرح) کسی بڑے نتیجہ کے نکلنے کی امید نہیں تھی، ان کی یہ خاموشی اور مسلمانوں کی دینی نگرانی، باطنی واخلاقی رہنمائی کے کام میں مشغولیت وسرگرمی نہ کسی سہولت پسندی اور عافیت کوشی پر مبنی تھی، نہ اس اصول تقیہ پر عمل کرنے پر جس پر عمل وتلقین کی نسبت ان کی بلند شخصیتوں کی طرف کی گئی ہے، اور جس کے سلسلہ کے بعض اقوال وہدایات اوپر گذر چکی ہیں۔

مصنف نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" (حصۂ اول) میں اس تاریخی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا یہاں نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے :-

"بنی امیہ (اور بنی عباس) کے اس مادی اقتدار اور اس کے قدرتی اثرات کے باجود اس عہد تک دین کا وقار، اس کا اخلاقی اثر کسی حد تک مسلمانوں کی زندگی میں قائم تھا، یہ دینی وقار اور اخلاقی اثر ان اشخاص کی بدولت تھا، جو دینی وعلمی حیثیت سے بلند مقام رکھتے تھے، اور اپنی للّٰہیت، اخلاص، پاکیزہ نفسی اور علم وتفقہ میں مشہور ومعروف تھے، حکومت وانتظامات کے دائرہ سے باہر انہی حضرات کا اثر واقتدار تھا، اس نذر اور قلبی احترام کی وجہ سے مسلمان بہت سی خرابیوں اور گمراہیوں سے محفوظ تھے، اور مادیت کے سیلاب میں بالکل بہ جانے سے رکے ہوئے تھے۔

ان دینی شخصیتوں میں سب سے بااثر اور محبوب شخصیت حضرت علی بن الحسین (زین العابدین علیہ وعلیٰ آبائہ السلام) کی تھی، جو عبادت وتقویٰ اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زہد و ورع میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، مسلمانوں کو ان کے ساتھ جو تعلق تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں طواف کے لئے آیا، شدت ہجوم کی وجہ سے وہ حجر اسود تک نہیں پہونچ سکا، اور اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ مجمع کچھ کم ہو تو وہ استلام کرے، اس درمیان میں حضرت علی بن الحسین آئے، ان کا آنا تھا کہ مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا اور انھوں نے بآسانی طواف و استلام کیا، وہ جدھر سے گذرتے، لوگ احتراماً راستہ چھوڑ دیتے تھے، ہشام نے انجان بن کر پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عہد اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے برجستہ اشعار میں اس کے تجاہلِ عارفانہ کا جواب دیا، اور ان کا شایانِ شان تعارف کرایا۔[1]

اسی طرح دوسرے فضلاء اہل بیت حضرت حسن المثنیٰ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ المحض نیز دوسرے فضلائے تابعین حضرت سالم ابن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت عروہ بن الزبیرؒ[2] مسلمانوں کے لئے دینی نمونہ (آئیڈیل) تھے، انھوں نے اپنی خودداری، حکومت سے بے تعلقی، حق گوئی اور بے باکی، علمی انہماک اور بے غرض خدمتِ دین سے اپنی اخلاقی برتری کا نقش قائم کر دیا تھا

---

[1] یہ قصیدہ اب بھی عربی ادب میں یادگار ہے اس کا مطلع ہے۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته والبیت یعرفه والحِلُّ والحرم

محققین کا خیال ہے کہ اس قصیدہ میں بہت سے اشعار بعد میں اضافہ ہوئے ہیں۔

[2] مفصل حالات و تراجم کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ للذہبی، صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی اور تاریخ ابن خلکان۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حکومت کے بڑھتے ہوئے، ہمہ گیر اثرات کے مقابلہ میں یہ اخلاقی اثر اگرچہ کافی نہ تھا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ وہ بے قیمت اور بے نتیجہ نہ تھا، اس سے مسلمانوں کی زندگی میں کسی حد تک اعتدال و توازن اور دین کا احترام قائم تھا، اور کبھی کبھی عین دنیاوی انہماک میں بھی اصلاح حال کا جذبہ ابھرتا تھا۔"[1]

اسلام اور مسلمانوں کے عہدِ اول کی دو متضاد تصویریں

اسلام کا اوّلین اور مثالی عہد کیسا تھا، خدا کے سب سے بڑے اور آخری پیغمبر کی تعلیم و تربیت کے عملی نتائج کیا نکلے؟ اور ان انسانوں کی سیرت و کردار کا کیا حال تھا جنھوں نے آغوشِ نبوت اور دامنِ رسالت میں تربیت پائی تھی، قومی نسلی اور خاندانی سلطنتوں کے بانیوں اور حصول اقتدار کے خواہشمندوں سے اس کو کچھ امتیاز، حاصل تھا یا نہیں؟ اس کا اپنے خاندان کے معاملہ میں طرزِ عمل، اور خود اس خاندان کا اس کی مقدس و عظیم شخصیت سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں رویہ کیا تھا؟ دین کی دعوت، صداقت و حقیقت کے اعلان، اور عزیمت پر عمل کرنے کے بارے میں اہل بیت کی سیرت و کردار کیا نظر آتا ہے؟ اور پھر ان اوّلین مسلمانوں اور نبی کے تربیت یافتہ گروہ کے (جن میں اس کے صحبت یافتہ لوگ بھی تھے جن کو "صحابہ" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کے گھر کے افراد بھی تھے، جن کو "اہلِ بیت" کے لقب سے پکارا جاتا ہے) باہمی تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟ اس مثالی عہد میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں زمامِ کار و اقتدار آئی، (جن کو خلفائے راشدین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) عیش و راحت اور مرفہ الحالی کے وسیع امکانات اور غیر محدود اختیارات کی

[1] تاریخ دعوت و عزیمت حصۂ اول صفحہ ۳۲ و ۳۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

موجودگی میں اُن کا شخصی وخانگی زندگی میں طرزِ عمل اور اپنے وسیع حدودِ حکومت میں مخلوق خدا کے ساتھ معاملہ معتبر تاریخ کی روشنی میں کیا ثابت ہوتا ہے؟ جس آسمانی صحیفہ پر اس پورے دین کی اساس ہے، اس کی صحت وحفاظت کی حقیقت کیا ہے؟

ان سوالات کے جو جواب دیئے گئے ہیں، اُن سے دو متقابل ومتضاد تصویریں بنتی ہیں، جو پچھلی سطور میں پیش کی گئیں، ایک تصویر وہ ہے، جو اہلِ سنّت کے عقائد کی روشنی میں دنیا کے سامنے آتی ہے، دوسری وہ جو فرقۂ امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد وبیانات اور ان کے دین کی تشریح اور تاریخ اسلام کی تعبیر اور اس کے خاص تصوّر سے تیار ہوتی ہے، ان دونوں تصویروں میں کوئی مماثلت واتفاق نہیں ہے۔

اب ہر وہ شخص جس کو اللہ نے عقل سلیم، انصاف کا مادّہ اور انسانی تاریخ سے واقفیت کا موقعہ عطا کیا ہے، آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان میں سے کون سی تصویر ایک ایسے دین کے لئے موزوں وقابل قبول ہو سکتی ہے، جو ساری دنیا کے لئے رحمت وہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے، اور جو اس بات کا مدّعی ہے کہ اس دین پر ہر زمانہ میں عمل ہو سکتا ہے، اور اس سے بہترین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، اور جس کا عقیدہ واعلان ہے کہ اس دین کے دنیا میں لانے والے پیغمبر کو اپنی کوششوں میں سب سے زیادہ کامیابی ہوئی، اور اس کا عہد اس دین اور دعوت کی تاریخ میں ہر عہد سے زیادہ باسعادت وبابرکت تھا (اور عقل ونقل کے لحاظ سے ایسا ہی ہونا چاہیئے) اس سے بہتر اُس انسانیت کے لئے کون سی تصویر قابلِ فخر ومفید ہو سکتی ہے، جس کی تاریخ زیادہ تر "نائے ونوش" بعیش کوش، ذاتی اور قومی اغراض کے لئے جنگ وجدال، حصول اقتدار کے لئے جدّوجہد اور پھر اقتدار سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فائدہ اٹھانے اور اپنے وابستگان کو فائدہ پہونچانے کی تاریخ ہے، اسلام کے اس دورِ اول میں افراد ہی نہیں ایک پورا انسانی معاشرہ، تمدن، نظامِ حکومت اور طرزِ زندگی، اعلیٰ اقدار، بے لچک اصولوں، ہدایتِ عام اور فلاحِ انسانی کی بنیاد پر قائم ہوا، اور وہ خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس قول کی تصدیق و تصویر تھی، جو انھوں نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا "ان محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما بُعِثَ ھادیاً ولم یُبعث جابیاً"[1] (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، جابی (تحصیلدار اور محصّل خراج) بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔)

اس کے برخلاف فرقۂ امامیہ کے عقائد اور بیانات کی روشنی میں اوّلین مسلمانوں کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے، اس کے پیشِ نظر ایک ذہین تعلیم یافتہ شخص یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ جب اسلامی دعوت اپنے سب سے بڑے داعی کے ہاتھوں اپنے دورِ عروج میں کوئی دیرپا اور گہرا نقش مرتب نہ کر سکی، اور جب اس دعوت پر ایمان لانے والے اپنے نبی کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کے وفادار اور امین نہ رہ سکے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس صراطِ مستقیم پر اپنے متبعین کو چھوڑا تھا، اس میں سے گنتی کے چار آدمی اس پر قائم رہے تو ہم یہ کیسے تسلیم کریں کہ اس دین و دعوت کے اندر نفوسِ انسانی کے تزکیہ اور تہذیبِ اخلاق کی صلاحیت ہے، وہ انسان کو حیوانیت کی پستی سے نکال کر انسانیت کی بلند چوٹی تک پہونچا سکتی ہے، فرض کیجئے اسلام کا ایک نمائندہ مغربی ممالک کے کسی مرکزی مقام پر یا کسی غیر مسلم ملک میں

---

[1] کتاب الخراج امام ابو یوسف ص۷۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسلام کی صداقت پر سحر انگیز تقریر کر رہا ہے، ایک شخص جس نے مذہب اثنا عشری کی کتابیں پڑھی ہیں، اس کو بر ملا ٹوک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پہلے اپنے گھر کو دیکھئے اور اپنی خبر لیجئے، آپ کے نبی کی تیئیس ۲۳ سالہ محنتِ تبلیغ کا نتیجہ صرف چار یا پانچ ہیں، جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے راستہ پر گامزن رہے، آپ کس منہ سے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اور ان کے ثبات و استقامت کی کیا ضمانت ہے؟ کیا اس کا جواب ممکن ہے؟

آیت اللہ خمینی صاحب کی عقائد شیعہ پر استقامت اور علانیہ اظہار و دعوت

پچھلے برسوں میں جب آیت اللہ روح اللہ خمینی صاحب نے اسلامی انقلاب کی دعوت دی اور "پہلوی" سلطنت کا تختہ الٹ کر (بقول خود) حکومتِ اسلامیہ قائم کی اور ایک نئے دور کا آغاز کیا تو اس کی پوری توقع تھی (اور اس کے پورے آثار و قرائن موجود تھے) کہ وہ اپنی دعوت کو عام کرنے اور اس کو مقبول بنانے کے لئے شیعہ سنی اختلاف کی قدیم و مسلسل تاریخ کا یہ نزاعی ورق نہ کھولیں گے، اور اگر اس کو کتاب سے جدا نہیں کر سکتے تو کم سے کم اس کو الٹیں گے نہیں، اور اگر فرقۂ امامیہ کے ان عقائد سے وہ کسی سیاسی یا مقامی مصلحت سے براءت کا اعلان نہیں کر سکتے تو کم سے کم ان کا اظہار و اعلان نہ کریں گے، بلکہ ان جیسے جری سربکف دینی پیشوا سے (جس نے اپنی بے خوفی، عواقب و نتائج سے بے پرواہی اور آتش بیانی سے اس سلطنت پہلوی کا تختہ الٹ دیا، جس کی فوجی طاقت اور اپنی بقا و استحکام کے لئے وسیع انتظامات دنیا کو معلوم ہیں) امید تھی کہ وہ اخلاقی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جرءت اور اتحاد مسلمین کی خاطر اور اپنے گہرے فکر و مطالعہ کی بنیاد پر یہ اعلان کر دے گا کہ یہ عقائد جو اسلام کی بنیاد پر تیشہ چلاتے ہیں اور اس کو دنیا میں بدنام اور بے اعتبار کرتے ہیں اور جو غیر مسلمین کو دعوت دینے کے راستہ میں سنگ گراں ہیں[1]، اور جو قرنِ اول اور صحابہؓ کے عہد کی ایک دشمنِ اسلام چالاک سازش کے نتیجہ میں اور صلیبیوں کی قائم شدہ ایرانی شہنشاہی کے زوال کے انتقام کے جذبہ سے بروئے کار آئے تھے، اب ان کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش، ہم کو اسلام کا اقتدار قائم کرنے، ممالک اسلامیہ کی اصلاح اور مسلم معاشرہ سے فساد دور کرنے کے لئے اب ماضی کو بھول جانا چاہیئے اور ایک نئے سفر کا آغاز کرنا چاہیئے جس میں اسلام کی ماضی و حال کی تابناک تصویر دنیا کے سامنے آئے اور دنیا کی دوسری قومیں اسلام کی طرف مائل ہوں۔

لیکن توقعات اور آثار و قرائن کے بالکل برعکس ان کے قلم کی خود وہ تحریریں اور رسائل اور کتابیں سامنے آئیں جن میں انھوں نے پوری صفائی اور طاقت کے ساتھ انھیں شیعی عقائد کا اظہار کیا ہے، ان کی کتاب "الحکومۃ الإسلامیۃ، ولایۃ الفقیہ" میں امامت اور ائمہ کے بارے میں وہی خیالات ظاہر کئے گئے ہیں، جو ان کو مقامِ الوہیت تک

---

[1] اس لئے کہ ان کا ماحصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت میں جس کی تعداد صرف حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے، اپنے پیغمبرؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد صرف چار آدمی اسلام پر قائم رہے، باقی سب نے معاذ اللہ ارتداد کا راستہ اختیار کیا، قرآن مجید سرتاپا محرّف و تبدیل شدہ ہے، ائمہ اہلِ بیت (از روئے تقیہ جو دینی فریضہ اور عزیمت ہے) حق کے چھپانے والے، اصل قرآن کو پوشیدہ رکھنے والے، ہر خطرہ و اندیشہ سے دور رہنے والے، اور اپنے متبعین کو اسی کی تلقین کرنے والے تھے (ملاحظہ ہو فرقہ اثنا عشریہ کی معتبر کتابیں، اصول کافی، فصل الخطاب، اور خود علامہ خمینی کی تصنیفات "کشف الاسرار" وغیرہ یا کتاب "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی۔)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پہونچاتے ہیں اور ان کو ہر نبی و ملک سے افضل ثابت کرتے ہیں اور یہ کہ کائنات تکوینی طور پر ان کے تابع فرمان اور زیر اقتدار ہے[1]، اسی طرح ان کی فارسی کتاب "کشف الاسرار" میں صحابۂ رسول ؐ بالخصوص خلفائے ثلاثہ کے متعلق جرح و تنقید ہی نہیں سب و شتم کے وہ الفاظ آئے ہیں جو کسی بڑی سے بڑی ضال و مُضِل فاسق و فاجر، زائغ و مزیغ، اور سازشی جماعت کے لئے آسکتے ہیں[2]، یہ دونوں چیزیں ان کی دعوت کے ساتھ چل رہی ہیں اور یہ کوئی خفیہ ہدایات یا پرائیوٹ خطوط کی شکل میں نہیں ہیں، مطبوعہ اور شائع شدہ رسائل کی شکل میں ہیں۔

خمینی جب صفا کے حامیوں اور معتقدین کا عقیدہ سے صرفِ نظر

خمینی صاحب کی یہ دونوں چیزیں (امامت اور ائمہ کے بارے میں خیال، اور صحابہ ؓ پر طعن و الزام) کوئی چھپی ڈھکی چیز نہیں تھی، یہ رسائل ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ایران اور ایران سے باہر پھیل چکے ہیں، اس بناء پر اس بات کی پوری توقع تھی کہ عقیدہ و بنیاد کے اس اختلاف، امت کے بنیادی عقیدۂ توحید میں رخنہ اندازی "مشارکت فی النبوۃ (جو امامت کی تعریف اور ائمہ کے اوصاف کا لازمی و منطقی نتیجہ ہے) اور صحابہ کرام ؓ کی شخصیتوں پر جو مسلمانوں کے یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ قابلِ احترام اور قابلِ محبت شخصیتیں ہیں، اور جن کا دور تاریخ اسلام ہی میں نہیں تاریخ انسانی میں (مستند تاریخ کی روشنی میں اور مسلم و غیر مسلم مؤرخین کی

---

[1] الحکومۃ الاسلامیۃ ص۵۲ [2] "کشف الاسرار" (فارسی) ص۱۱۳-۱۱۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

متفقہ شہادت کے مطابق) دنیا کا معیاری و مثالی دورِ حکومت اور نمونۂ زندگی تھا، طعن و تشنیع کے بعد کم سے کم اس حلقہ میں جو سنّی العقیدہ ہے (اور وہی مسلمانوں میں اکثریت کی حیثیت رکھتا ہے) ان کی دعوت مقبول نہیں ہوگی اور ان کو اسلامی انقلاب کا علمبردار، حکومت اسلامی کا مؤسس و بانی، اور مثالی رہنما و قائد نہیں سمجھا جائے گا، لیکن یہ دیکھ کر صدمہ بھی ہوا اور حیرت بھی کہ بعض ایسے حلقوں میں جو فکر اسلامی کے علمبردار اور اسلام کے عروج و غلبہ کے داعی و متمنّی ہیں، ان کو ایک "امام منتظر" کی حیثیت دی گئی، اور ان سے ایسی عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا، جو اُس عصبیت کی حد تک پہونچ گئی ہے، جو تنقید کا ایک لفظ سننے کی روادار نہیں ہوتی، اس تجربہ اور مشاہدہ سے دو باتوں کا اندازہ ہوا۔

اسلام میں عقیدہ کی اہمیت اور اس سے صرفِ نظر کے خطرناک نتائج

۱۔ بہت سے حلقوں میں مدح و ذم اور تعریف و تنقید کا معیار کتاب و سنت، اسوۂ سلف اور عقائد اور مسلک کی صحت نہیں رہا، بلکہ اسلام کے نام پر مطلق حکومت کا قیام، طاقت کا حصول، کسی مغربی طاقت کو للکار دینا، اس کے لئے مشکلات پیدا کر دینا اس کو محبوب و مثالی قائد بنا دینے کے لئے کافی ہے۔

۲۔ عقیدہ کی اہمیت ہماری نئی تعلیم یافتہ نسل میں خطرناک حد تک کم ہوتی جا رہی ہے، اور یہ بڑی تشویش انگیز اور قابلِ فکر بات ہے، انبیاء اور غیر انبیاء کی دعوتوں میں ان کی جد و جہد کے مقاصد اور محرکات میں سب سے بڑی حدِ فاصل یہی عقیدہ ہے جس پر وہ کسی سمجھوتہ اور اونے پونے سودا کر لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، ان کے یہاں

لہ اس کے دلائل اور مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو راقم سطور کی کتاب "دستورِ حیات" بعنوان "دین اسلام کا مزاج اور اس کی نمایاں خصوصیات" ص ۳۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ردّ و قبول، پسندیدگی و ناپسندیدگی کا معیار اور وصل و فصل کی شرط ہی عقیدہ ہوتا ہے، یہ دین (جو مسلمانوں کی ساری کمزوریوں کے باوجود) اپنی اصلی شکل پر اس وقت تک موجود ہے، وہ اسی "عقیدہ" کے معاملہ میں صلابت و استقامت اور حمیت و غیرت کا رہین منت ہے، دین کے نگہبانوں و محافظین نے اس سلسلہ میں کسی بادشاہ کی جبر و طاقت اور کسی وسیع سے وسیع تر بادشاہی کے سامنے سپر نہیں ڈالی اور اس کے کسی غلط عقیدہ اور دعوے پر سکوت جائز نہیں سمجھا، چہ جائیکہ اس کو اسلام اور مسلمانوں کے دنیاوی منافع اور اختلاف و تفریق سے بچنے کی لالچ میں قبول کر لیتے یا ہمنوائی کرتے، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا "خلقِ قرآن" کے عقیدہ میں نہ صرف مسلمانوں کے دو سب سے بڑے حکمرانوں بلکہ اس دور کے سب سے بڑے فرمانروا خلیفہ مامون الرشید (فرزند خلیفہ ہارون رشید) اور معتصم بن ہارون رشید کے مقابلہ میں صف آرا ہو جانا اور تازیانوں اور زندان کی تکلیف برداشت کرنا، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ (م ۱۰۳۴ھ) کا شہنشاہ اکبر کے عقیدۂ ہزارۂ دوم، دعوائے امامت و اجتہاد اور وحدت ادیان کی مخالفت کرنا، پھر جہانگیر کے عہد تک اس کو اس وقت تک جاری رکھنا جب تک کہ حکومت مغلیہ کا رخ بدل نہیں گیا[1]، اس کی دو مثالیں ہیں ورنہ تاریخ اسلام اپنے اندر "کلمۃ حق عند سلطان جائر" اور "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" کی تابناک مثالیں رکھتی ہے، سلطان جائر کبھی شخصی بادشاہ ہوتا ہے کبھی رائے عامہ، کبھی شہرت عام، کبھی دل فریب کامیابیاں اور بلند بانگ دعوی، اور تاریخ و تجربہ شاہد ہے کہ آخر الذکر صورتیں زیادہ آزمائش کی چیز ہیں۔

حقیقت میں اسلام کی حقیقی تعلیم اور صحیح عقیدہ وہ دریا ہے جو کبھی اپنا رخ نہیں بدلتا، اور کبھی پایاب نہیں ہو سکتا، سیاسی طاقتیں، وقتی انقلابات جو حکومتوں کا قیام و زوال اور دعوتوں اور تحریکوں کا عروج ہیں، جو آتی اور گزر جاتی ہیں، دریا اگر صحیح رخ پر بہہ رہا ہے اور آب جاری ہے تو کوئی خطرہ نہیں، لیکن اگر عقیدہ میں فساد آگیا تو گویا دریا نے اپنا رخ بدل دیا یا اس میں آب صافی کے بجائے گدلا اور ناصاف پانی بہنے لگا، اس لئے فاسد عقیدہ

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ دعوت و عزیمت حصہ چہارم"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور زیغ وضلال کے ساتھ کوئی دعوت و تحریک کسی ملک کا عروج و اقبال کسی معاشرہ کی جزئی اصلاح یا کسی فساد و خرابی کو دور کرنے کا دعویٰ یا وعدہ قبول نہیں کیا جا سکتا، یہ وہ حقیقت ہے، جس میں اس ملت کی بقاء اور دین کی حفاظت کا راز مضمر ہے اور یہی وہ حقیقت ہے، جو اپنے اپنے دور کے علماء و خادمینِ اور محافظین شریعت و سنت کو اس دشوار اور بعض اوقات ناخوشگوار فرض کو ادا کرنے پر مجبور کرتی رہی ہے۔

سحر انگیزی کے نفسیاتی و سیاسی اسباب

آیت اللہ خمینی صاحب کی اس کامیابی سے جو ان کو رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے مقابلہ میں حاصل ہوئی اور اس انقلاب سے جو ایک مخصوص شکل میں ایران کے معاشرہ میں رونما ہوا، نیز بعض مرحلوں پر دنیا کی عظیم ترین طاقت امریکہ کی ناکامی، ایرانی نوجوانوں کے جذبۂ قربانی اور اسی کے ساتھ متعدد مسلم و عرب ممالک کی دینی و اخلاقی کمزوریوں و خامیوں اور وہاں کی ناپسندیدہ صورت حال سے برصغیر کے مسلمان نوجوانوں کے ایک بڑے حلقہ میں جو موجودہ حالات سے بیزار تھا، اور جو ہر اس حوصلہ مندی اور مہم جوئی سے مسحور ہوتا ہے جس میں اسلام کا نام شامل ہو جائے، خمینی صاحب اس طرح مقبول ہو رہے ہیں جیسے کسی زمانہ میں ہندوستان میں کمال اتاترک اور عرب قوم پرستوں کے حلقہ میں جمال عبدالناصر تھے، اور اب بھی بعض حلقوں میں بعض ایسے سربراہان مملکت مقبول و محبوب ہیں، جو کھلے طریقہ پر منکرِ سنت، حدیث کا مذاق اڑانے والے مغربی تہذیب کے رائج کرنے والے اور کمیونسٹ خیالات کے ہیں، مذہبی رنگ و آہنگ کے شامل ہو جانے کی وجہ سے خمینی صاحب ان سے زیادہ مقبول ہو رہے ہیں اور یہ بات اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اگر کوئی عقیدہ کا سوال اٹھائے اور کتاب و سنت، اجماعِ امت کے زاویۂ نگاہ سے بحث کرے اور اس معیار سے اس کو جانچنے کی کوشش کرے تو ان حضرات کے لئے اس کا سننا بھی دشوار ہے اور ناپسندیدگی و بےمہی اشتعال و انبزال کی حد تک پہونچ جاتی ہے، یہ وہ صورت حال ہے جو اس دین کے مستقبل اور روح اسلام کے نقطۂ نظر سے سخت تشویشناک ہے اور حضرت علیؓ کے اس بلیغ فقرہ کی تشریح و تصدیق "اتباع کل ناعق" (ہر زور سے بولنے والے کے پیچھے لگ جانے والے)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝

(آل عمران - ۸)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مفکرِ اسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ
کی چند اہم شاہکار تصنیفات

تاریخ دعوت و عزیمت مکمل (چھ حصے)
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اُس کے عالی مقام حاملین
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں
جب ایمان کی بہار آئی
مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک
مطالعہ قرآن کے مبادی اصول
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
خواتین اور دین کی خدمت
کاروان ایمان و عزیمت
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

نبی رحمتؐ مکمل
حدیث کا بنیادی کردار
معرکۂ ایمان و مادیت
پرانے چراغ مکمل (دو حصے)
ارکان اربعہ
نقوشِ اقبال
کاروانِ مدینہ
قادیانیت
تعمیر انسانیت
حدیث پاکستان
اصلاحیات
صحبتے با اہل دل
کاروانِ زندگی مکمل
مذہب و تمدن
دستورِ حیات
حیات عبدالحیؒ
دو متضاد تصویریں
تحفۂ پاکستان
پاجا سراغ زندگی
عالم عربی کا المیہ

ناشر: فضل ربّی ندوی ـــــ فون ـ ۹۱۱۸۱۷
مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد مینشن ۱۔ کے ۳، ناظم آباد ۱، کراچی ۱۸